ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

10 ربیع الاوّل 1443ھ | اکتوبر 2021ء

عزم وہمت اور صبر و استقامت کے
91 سال

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اللّٰھم صل علیٰ محمدٍ
وّ علیٰ اٰلِ محمدٍ کما صلّیت
علیٰ ابراھیم و علیٰ اٰلِ ابراھیم
انک حمیدٌ مجیدٌ
اللّٰھم بارک علیٰ محمدٍ وّ علیٰ
اٰلِ محمدٍ کما بارکت علیٰ
ابراھیم و علیٰ اٰلِ ابراھیم
انک حمیدٌ مجیدٌ

- انسدادِ جبری تبدیلیٔ مذہب بل
بھارت کے تبدیلیٔ مذہب قانون کا چربہ
- تبدیلیٔ مذہب بل کے خلاف
مجلس احرار اسلام کی عوامی آگاہی مہم
- سنگل نیشنل کریکولم ایک جائزہ
- اُمّ المؤمنین، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا
شبہات کا ازالہ
- فتحِ قادیان سے فتحِ ربوہ (چناب نگر)
تک کی تاریخی جدوجہد

خوشخبری

الحمدللہ! ماہنامہ نقیب ختم نبوت کی خصوصی کاوش

مجلس احرار اسلام پاکستان کے سابق امیر، ابن امیر شریعت، حضرت پیر جی

مولانا سید عطاء المہیمن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

کی سوانح اور آپ کی خدمات پر خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے

خاص نمبر شائع ہو چکا ہے

جس میں اکابر علماء، سیاسی قائدین، ذمہ داران و کارکنان احرار متعلقین و متوسلین کے مضامین اور منظوم خراج عقیدت شامل ہے

خاص طور سے حضرت پیر جی رحمۃ اللہ علیہ کا 1970 میں قادیانیت کے خلاف تحریک کے نتیجے میں ساہیوال جیل میں قید بامشقت کے دوران عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اپنے خون سے لکھا گیا عہد نامہ شامل کیا گیا ہے

44 ویں سالانہ احرار ختم نبوت کانفرنس 11، 12 ربیع الاول چناب نگر کے موقع پر دستیاب ہوگا

عام رعایتی قیمت -/300 روپے

نقیب ختم نبوت کے مستقل خریداروں کے لیے

خاص رعایتی پیکج -/150 روپے

- دفتر ماہنامہ نقیب ختم نبوت — دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
- بخاری اکیڈمی — 0300-8020384 0300-7345095

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

بیاد: سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
بانی: ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جلد 32 شمارہ 10 | اکتوبر 2021ء / ربیع الاول ۱۴۴۳ھ

Regd.M.NO.32

فیضانِ نظر
حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

بیاد
ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رفقاءِ فکر
عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • ڈاکٹر عمر فاروق احرار
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید عطاء اللہ ثالث بخاری
سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com
محمد نعمان سنجرانی

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد
0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ
اندرون ملک ـــــ 300/- روپے
بیرون ملک ـــــ 5000/ روپے
فی شمارہ ـــــ 30/- روپے

تشکیل

دل کی بات	انسدادِ جبری تبدیلیٔ مذہب بل بھارت کے تبدیلیٔ مذہب قانون کا چربہ	سید محمد کفیل بخاری	2
افکار	تبدیلیٔ مذہب بل کے خلاف مجلس احرار اسلام کی عوامی آگاہی مہم	ڈاکٹر عمر فاروق احرار	5
//	سنگل نیشنل کریکولم ایک جائزہ	ڈاکٹر سید ظاہر شاہ	8
دین و دانش	اُمّ المومنین، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا...... شبہات کا ازالہ	عطا محمد جنجوعہ	10
//	سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	مولانا علامہ محمد عبداللہ	20
//	وسعت رزق کے تکوینی اسباب	طفیل ہاشمی	23
ادب:	ختمِ نبوت	منظر انصاری	25
//	دعائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	حبیب الرحمٰن بٹالوی	26
تاریخ احرار	فتحِ قادیان سے فتحِ ربوہ (چناب نگر) تک کی تاریخی جدوجہد	ڈاکٹر عمر فاروق احرار	27
//	تاریخ احرار قسط نمبر ۱۸	مفکر احرار چوہدری افضل حق رحمہ اللہ	31
مطالعۂ قادیانیت:	امتی نبی......مرزا کا دھوکا	فاطمہ انصاری	40
حسن انتقاد	تبصرۂ کتب	مبصر: ڈاکٹر محمد سلیم	42
ترحیم	مسافرانِ آخرت	ادارہ	46

رابطہ
دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎061-4511961
www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

ترسیل زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت
بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100
بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم، ڈی، اے چوک ملتان

شعبۂ تبلیغ تحفظِ ختمِ نبوۃ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات　　　　سید محمد کفیل بخاری

انسدادِ جبری تبدیلیٔ مذہب بل
بھارت کے تبدیلیٔ مذہب قانون کا چربہ

اِن دنوں وطن عزیز پاکستان میں ’’انسدادِ جبری تبدیلیٔ مذہب بل 2021ء‘‘ زیر بحث ہے۔ وزارت انسانی حقوق کی طرف سے پیش کردہ یہ رسوائے زمانہ بل قومی اسمبلی، سینیٹ اور ذیلی کمیٹیوں کی راہ داریوں میں آوارہ گردی کرتا ہوا وزارت مذہبی امور اور اسلامی نظریاتی کونسل کی میز پر پہنچا تو دونوں نے اعتراضات کے ساتھ اسے مسترد کرتے ہوئے وزارت انسانی حقوق کو واپس بھیج دیا۔ اب یہ ایک پارلیمانی کمیٹی کے زیر مطالعہ تحقیق ہے۔ جس کے ارکان 4 اکتوبر 2021ء کو ایک نکاتی ایجنڈے کے تحت اس پر بحث کریں گے۔

یہ بل ’’PROHIBTION FORCED CONVERSION BILL 2021 کے عنوان سے متعارف کرایا گیا ہے۔ بہ ظاہر اس بل میں یہ تأثر دیا گیا ہے کہ کسی غیر مسلم کو جبراً اسلام قبول نہیں کرایا جا سکتا۔ لیکن اس کے مندرجات شریعت اسلامیہ، آئین پاکستان، ملک کی نظریاتی اساس وشناخت اور اقوام متحدہ کے انسانی حقوق چارٹر کے خلاف ہیں۔

بل کا خلاصہ یہ ہے کہ:

1۔ اٹھارہ سال سے کم عمر کا کوئی غیر مسلم نوجوان اسلام قبول نہیں کر سکتا۔

2۔ اٹھارہ سال کی عمر میں اسلام قبول کرنے والے کو 21 دن اور اس سے زائد عمر کے شخص کو اپنے فیصلے پر غور وفکر کرنے کے لیے 90 دن کی مہلت دی جائے گی۔

3۔ اسلام قبول کرنے والا شخص سیشن کورٹ میں درخواست دے گا اور جج مذکورہ متعین مدت میں اسے اپنی نگرانی میں مطالعۂ مذاہب اور مذہبی سکالرز سے مکالمے و مذاکرے اور تحقیق کے مراحل طے کرائے گا۔

4۔ اگر مذکورہ مدت میں تحقیق کے بعد وہ شخص قبول اسلام سے انکار کر دے تو اسے اسلام کی دعوت دینے والے شخص کو مجرم قرار دے کر 5 سال یا زائد قید اور جرمانے کی سزا دی جائے گی۔

اس رسوائے زمانہ بل کی تفصیلات تو بہت ہیں لیکن سردست مندرجہ بالا شقوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ ’’انسداد جبری تبدیلیٔ مذہب‘‘ نہیں بلکہ قبول اسلام سے جبراً روکنے کا بل ہے۔ اسی قسم کا ایک قانون بھارت کی اتر پردیش

اسمبلی (یوپی) نے 2020ء میں پاس کیا۔ پاکستان کی قومی اسمبلی میں پیش کیا جانے والا بل معمولی رڈّوبدل کے ساتھ اسی کا چربہ ہے۔ بھارتی قانون کا عنوان ملاحظہ فرمائیں۔ دونوں میں کتنی مماثلث ہے۔ THE UTTAR PARDESH OF PROHIBITION OF UNLAWFUL CONVERSION OF RILIGION ORDINANCE 2020

قبول اسلام کے حوالے سے بھارت کی چیخیں تو سمجھ آتی ہیں لیکن اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں، ریاست مدینہ کا نعرہ لگانے والے حکمرانوں کی چیخ وپکار قطعاً غیر فطری اور غیر اخلاقی ہے۔ اس کی اجازت ملک کا آئین دیتا ہے نہ کروڑوں مسلم عوام پر مشتمل ہمارا معاشرہ، حتیٰ کہ دنیا کے کسی بھی ملک میں ایسا واہیات، غیر انسانی اور غیر اخلاقی قانون موجود نہیں۔ بھارت کے بھی صرف ایک صوبے میں یہ ظالمانہ قانون ہے۔ افسوس! بھارت کی اتباع میں اسلامی جمہوریہ پاکستان میں قبول اسلام کو جرم بنانے کی گھناؤنی سازش کی جارہی ہے۔ یہ صریحاً مداخلت فی الدین، اسلام پر حملہ اور آئین سے روگردانی وبغاوت ہے۔

اسلام کی دعوت وتبلیغ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کا فریضہ ہے۔ ہر نبی ورسول نے پوری استقامت کے ساتھ اس عظیم الشان فریضہ کو انجام دیا۔ دین کی دعوت دی لیکن کسی کو زبردستی نہیں منوایا۔ خود اللہ تعالیٰ نے قبول اسلام کے لیے کسی پر جبر نہیں کیا اور ایمان والوں کو دوسروں پر جبر سے روکا ہے۔ نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قبول اسلام کے لیے کسی کو مجبور کیا۔ اس بات سے تو اتفاق ہے کہ کسی کو تبدیلیٔ مذہب کے لیے مجبور نہیں کیا جاسکتا لیکن اگر کوئی شخص اپنی رضامندی اور تحقیق سے اسلام قبول کرتا ہے تو اُسے جبراً روکا بھی نہیں جاسکتا۔ نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سمیت کئی بچوں کو اسلام کی دعوت دی۔ ان میں ایک یہودی بچہ بھی شامل ہے۔ ان سب نے اسلام قبول کیا۔ جبری قبول اسلام کا کوئی ایک بھی واقعہ نہ تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں ہوا، نہ ہی صحابہ رضی اللہ عنھم کے عہد میں۔ خود برصغیر پاک وہند میں اولیاء کرام اور داعیان الی اللہ نے محبت اور حکمت کے ساتھ دین کی دعوت دی جس کے نتیجے میں تیزی کے ساتھ اسلام پھیلا۔

بحیثیت مسلمان دین کی دعوت ہمارا فریضہ ہے جو حضور خاتم الانبیاء سیدنا محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو سونپا ہے۔ یہی اسلام کی بقاء وتحفظ کا بہترین ذریعہ ہے۔ دین کی دعوت وتبلیغ قیامت تک جاری رہے گی۔ نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ سے ایک آیت بھی سنی، اس کو دوسروں تک پہنچائے۔ لَا اِکْـــرَاہَ فِـــی الـــدِیـــن، دین میں سختی نہیں، یہ آیت کفار ہی کے لیے ہے۔ نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے دین پہنچانے کا حکم فرمایا، منوانے کا نہیں۔

سینیٹ وقومی اسمبلی کے ارکان کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ سروے کریں اور نومسلمین سے خود پوچھ لیں کہ انہوں

نے جبراً اسلام قبول کیا یا اپنی خوشی اور مرضی سے۔ ملک میں زبردستی کا ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ یہ چند انتہا پسند سیکولرز، شدت پسند لبرلز اور این جی اوز کے مفاد پرست تنخواہ دار نوکروں کا جھوٹا پروپیگنڈا ہے جس کے ذریعے وہ وطن عزیز کی نظریاتی اساس مفہوم کرنا چاہتے ہیں۔ فکرِ آخرت سے محروم خدانا آشناؤں کا یہ مختصر سا گروہ خبیث اپنے بیرونی استعماری وطاغوتی آقاؤں کی خوشنودی اور ان کا دیا ہوا راتب ہضم کرنے کے لیے پاکستان میں آگ اور خون کا کھیل کھیلنے میں مشغول ہے۔ پارلیمنٹ کے معزز ممبران ملک وقوم کے خلاف اس سازش کو ناکام بنائیں۔ آئین پاکستان پر اپنے حلف کی پاسداری اور ملک کی نظریاتی واعتقادی سرحدوں کی نگہبانی کریں۔ دینی معاملات میں احتیاط کریں اور دین وملک دشمنوں کی سازشیں ناکام بنادیں۔

مجلس احرار اسلام نے قبول اسلام اور دعوت اسلام کے خلاف اس شرم ناک بل کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر کے عوامی آگاہی مہم کا آغاز کر دیا ہے۔ ملک کی تمام دینی قیادت اور دینی جماعتوں نے اس بل کو مسترد کر دیا ہے۔ خصوصاً جمعیت علماء اسلام کے امیر مولانا فضل الرحمٰن اور جماعت اسلامی کے امیر جناب سراج الحق نے سخت الفاظ میں مذمت کی ہے اور اسے اسلام اور آئین کے خلاف مذموم کوشش قرار دیا ہے۔ 14 ستمبر 2021ء کو اسلام آباد پریس کلب میں راقم نے پریس کانفرنس کے ذریعے اس بل کو دلائل کے ساتھ مسترد کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اسلام اور آئین کے خلاف ''بل بازی'' کا مکروہ دھندہ بند کرے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی نائب امیر حضرت مولانا عزیز احمد مدظلہ راقم کی درخواست پر اس پریس کانفرنس میں تشریف لائے اور مکمل سرپرستی فرمائی۔ اس موقع پر نو مسلمین بھی موجود تھے۔ جنھوں نے بلا جبر واکراہ اسلام قبول کیا۔ اسی طرح 23 ستمبر کو ایوانِ احرار لاہور میں مجلس احرار اسلام کی دعوت پر تمام دینی جماعتوں اور مسالک کی مرکزی قیادت جمع ہوئی۔ حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ نے مشترکہ اعلامیہ کے ذریعے ''تبدیلی مذہب'' کے حکومتی بل کو مسترد کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ فوراً یہ بل واپس لے۔ ورنہ پارلیمنٹ اور عوامی محاذ پر اس کے خلاف بھرپور جدوجہد کی جائے گی۔ مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری جنرل جناب عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ پوری دینی قیادت متحد ہو کر آئین اور پاکستان کی نظریاتی اساس کی حفاظت کرے گی۔ ممبرانِ اسمبلی سے ملاقاتیں کر کے انہیں اُن کی آئینی، قومی اور دینی ذمے داریوں کا احساس دلائے گی۔ کل جماعتی کانفرنس میں مولانا زاہد الراشدی (پاکستان شریعت کونسل) مولانا محمد امجد خان (جمعیت علماء اسلام) ڈاکٹر فرید احمد پراچہ (جماعت اسلامی) حافظ عبدالغفار روپڑی (جمعیت اہل حدیث) علامہ زبیر احمد ظہیر، مولانا عبدالرؤف فاروقی (جمعیت علماء اسلام) مولانا محمد الیاس چنیوٹی، قاری محمد رفیق وجھوی (انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ) رانا محمد شفیق پسروری، جسٹس (ر) میاں نذیر اختر، مفتی شاہد عبید، مولانا مجیب الرحمٰن انقلابی، مولانا جمیل الرحمٰن اختر، مولانا عبدالوحید اشرفی اور مولانا عبدالرؤف ملک کے علاوہ دیگر علماء بھی شریک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ خیر کا معاملہ فرمائے، بل کے محرکین کو ہدایت عطاء فرمائے اور وطن عزیز پاکستان کی اعتقادی ونظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر عمر فاروق احرار

تبدیلیٔ مذہب بل کے خلاف مجلس احرار اسلام کی عوامی آگاہی مہم

ان دنوں انسداد جبری تبدیلی مذہب بل کو قومی اسمبلی میں لانے کی خبریں گردش میں ہیں۔ جبکہ وفاقی وزیر مذہبی امور نور الحق قادری نے بھی گزشتہ روز میڈیا سے بات کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ''جبری تبدیلی مذہب کی روک تھام کے لیے وزارت انسانی حقوق کی طرف سے پیش کردہ قانون کا مسودہ وزارت مذہبی امور میں زیر غور ہے۔'' اس طرح جبری تبدیلی مذہب کے لیے قانون سازی کا سلسلہ 2016ء سے سندھ اسمبلی سے شروع ہو کر اب قومی اسمبلی کے ایوان تک پہنچنے کے مراحل میں ہے۔ سنجیدہ حلقوں کے نزدیک جبری تبدیلی مذہب کا ایشو جان بوجھ کر کھڑا کیا جارہا ہے جو حقیقت میں ملک کو سیکولرائز کرنے کی منصوبہ بندی کی ہی ایک کڑی ہے۔ جس کے لیے بیرونی فنڈ زپر پلنے والی این جی اوز جبراً اسلام قبول کرائے جانے کے جعلی اعداد وشمار کے ذریعے پاکستان کا تاریک امیج دنیا میں پیش کر رہی ہیں۔ تاکہ پاکستان کو مزید بیرونی پابندیوں میں جکڑا جاسکے اور ملک میں ارتداد کی راہ میں حائل تمام رکاوٹوں کو ہٹایا جاسکے۔ انسدادِ جبری تبدیلی مذہب بل کو قانون کی شکل دینے کے لیے قومی اسمبلی میں پیش کیے جانے کی راہ ہموار کی جارہی ہے، مگر ابھی تک مذہبی جماعتوں کی جانب سے تاحال کوئی منظم احتجاج دیکھنے میں نہیں آیا۔ تاہم 14 ستمبر 2021ء نیشنل پریس کلب اسلام آباد میں اس بل کے حوالہ سے مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی امیر مولانا سید محمد کفیل بخاری نے پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ جس میں انہوں نے بل کی متنازعہ شقوں اور ان کے مضمرات پر تفصیلی گفتگو کی اور مجوزہ قانون سازی کے خلاف پیش رفت کرنے اور دینی قوتوں کو متحد کرنے کا اعلان کیا۔ اس موقع پر صاحبزادہ مولانا عزیز احمد نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان، ڈاکٹر محمد عمر فاروق مرکزی سیکرٹری اطلاعات مجلس احرار اسلام پاکستان، نومسلم ڈاکٹر محمد آصف (سابق قادیانی)، نومسلم مولانا محمد عبداللہ (سابق ہندو)، مولانا تنویر الحسن اور مولانا نور اللہ رشیدی بھی موجود تھے۔ مولانا سید محمد کفیل بخاری نے (انسداد جبری تبدیلی مذہب بل 2021ء)"PROHIBITION FORCED CONVERSION BILL 2021" کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ ''یہ بل مکمل طور پر غیر اسلامی، غیر آئینی اور بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر کے مطابق بھی ''فرد کو مذہب کے اختیار کرنے میں مکمل آزادی حاصل ہے، اس پر کوئی قدغن نہیں لگائی جاسکتی۔'' حکومت یہ بل پارلیمنٹ میں لانے سے پہلے اس کے لئے لابنگ کر رہی ہے، حالانکہ خود آئینی ادارہ اسلامی نظریاتی کونسل کے ایک سابق چیئرمین بھی اپنے دور میں اس بل کو غیر اسلامی اور غیر آئینی قرار دے چکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ دراصل بیرونی ایجنڈے پر ہی کبھی ہمارے خاندانی

نظام کی بربادی کے لیے گھریلو تشدد بل لایا جاتا ہے اور کبھی مذہب کے معاشرہ میں متحرک اور مؤثر کردار کو ختم کرنے کے لیے وقف املاک بل لا کر ناروا قوانین وضع کیے جاتے ہیں۔ اب تبدیلی مذہب کے عنوان سے اٹھارہ سال سے کم عمر افراد پر قبول اسلام روکنے کے لیے قانون سازی کی مہم جاری ہے جو درحقیقت اسلام مخالف قوانین کو پاکستانی اکثریتی مسلم آبادی پر مسلط کرنے کی منظّم منصوبہ بندی ہے، کیونکہ اگر اس مجوزہ قانون کو موجودہ صورت میں لاگو کیا جاتا ہے تو کوئی ایک بھی اٹھارہ سال سے کم عمر فرد قانوناً اسلام قبول نہیں کر سکے گا۔ مولانا سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ بل کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی شخص کے بارے میں یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ اس نے اپنا مذہب تبدیل کیا ہے، جب تک کہ وہ شخص اٹھارہ سال یا اس سے بڑا نہ ہو جائے۔ جو بچہ بلوغت کی عمر کو پہنچنے سے پہلے اپنے مذہب کو تبدیل کرنے کا دعویٰ کرتا ہے، اُس کا مذہب تبدیل نہیں سمجھا جائے گا اور نہ اس کے خلاف اس قسم کے دعویٰ کرنے پر کوئی کارروائی کی جائے گی۔ جبری مذہب کی تبدیلی میں ملوث افراد کو پانچ سے دس سال تک سزا اور جرمانہ ہوگا۔ اس بل میں ایسی کڑی شرائط موجود ہیں کہ اب کم عمروں کے لیے اسلام قبول کرنا عملاً ناممکن بنا دیا جائے گا۔ ہمارے نزدیک یہ بل جبری تبدیلی مذہب کو روکنے کا بل نہیں، بلکہ اسلام کو قبول کرنے سے جبراً روکنے کا بل ہے۔ یہ درست ہے کہ جبراً کسی شخص کو مسلمان نہیں بنایا جا سکتا لیکن شریعت مطہرہ کی رُو سے جو فرد بھی باہوش وحواس، بلا جبر واکراہ اور بارضا و رغبت اسلام قبول کرتا ہے تو پھر کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس فرد کو قبول اسلام سے روکے۔ اگر جبراً مسلمان بنانا درست نہیں تو بالجبر اسلام قبول کرنے سے روکنا کہاں کا انصاف ہے۔ یہ اقدام بنیادی انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی کے بھی مترادف ہے۔ مجوزہ قانون پاکستان کے آئین کے اصولوں کے برعکس، شریعت اسلامیہ کے منافی اور عدل وانصاف کے تقاضوں کے سراسر خلاف ہے۔ اسلام ہر عمر کے افراد کے قبول اسلام کا خیر مقدم کرتا ہے۔ جہاں تک کم عمر افراد کے قبول اسلام کا سوال ہے تو اسلامی تعلیمات اور ہماری تاریخ اس کی شاہد ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰؓ نے دس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا، جبکہ سیدنا زیدؓ ابتدائی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا۔ بچپن میں اسلام کے قبول کرنے کی بیسیوں مثالیں موجود ہیں کہ کم عمر نومسلمین اسلام کی نعمت سے سرفراز ہوئے تو اسلام نے ان کا مکمل تحفظ کیا۔ اُن کے لیے خصوصی احکامات جاری کیے اور اُن کے حقوق کا خاص خیال رکھا۔ مواخات مدینہ اس کی واضح مثال ہے۔ ہمارے اہل اقتدار جو ریاست مدینہ کا دعویٰ کرتے ہیں، اُنہیں اسلام کی ان زریں روایات سے سبق لیتے ہوئے قبول اسلام کرنے والے نومسلمین کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کے بجائے، اُن کی کفالت کا انتظام وانصرام کر کے اُن کی حوصلہ افزائی اور دل جوئی کا سامان کرنا چاہیے اور قرآن مجید کے حکم کے مطابق اُن کی تالیف قلب کا اہتمام کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ بل کی مزید ایک اور شق پر غور کیجیے کہ نوعمر اسلام قبول کرنے والے کو اِکیس دن اور اٹھارہ سال کے بعد اسلام قبول کرنے والے کو نوّے دن کی

مہلت دینا کہ وہ اپنے فیصلہ پر مزید غور وخوض کرے، دراصل مہلت دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس مدت کے دوران نومسلمین اوران کے خاندان والوں کو ڈرا دھمکا کر اُنہیں اسلام کو ترک کرنے پر مجبور کیا جاسکے۔سوال یہ ہے کہ اگر نوعمر کا اسلام قابل قبول نہیں تو پھر یہ بتایا جائے کہ اگر دو میاں بیوی قانون کے مطابق اسلام لے آئیں تو کیا اس مجوزہ قانون کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ اُن کے بچے اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچنے تک غیر مسلم ہی تصور کیے جائیں گے۔مولانا کفیل بخاری نے کہا کہ اب تو وفاقی وزیر مذہبی امور نور الحق قادری نے بھی اپنے ایک حالیہ بیان میں ہمارے اس موقف کی تائید کر دی ہے کہ تبدیلی مذہب کے لیے عمر کی قید نہیں رکھی جاسکتی۔لہٰذا اب حکومت کو بھی اپنے موقف میں بھی تبدیلی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔مولانا سید محمد کفیل بخاری نے اس موقع پر کئی سابق قادیانی اور سابق ہندو نومسلم افراد کو بھی میڈیا کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ یہ نومسلمین جبراً اسلام قبول کرائے جانے والے جھوٹے پراپیگنڈے کا حقیقی جواب ہیں کہ ان افراد نے عقل وشعور اور اپنے دل ودماغ کے فیصلہ کے بعد ہی بلا جبر اسلام قبول کیا ہے۔

مولانا سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ جھوٹ اور بدنیتی پر مبنی تبدیلی مذہب بل قادیانیوں کی خوشنودی اور فتنہ قادیانیت کے فروغ کا سبب بنے گا۔اس لیے ضرورت ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کی روشنی میں مرتد کی سزا نافذ کر کے فتنوں کا دروازہ عملاً بند کیا جائے۔مولانا کفیل بخاری نے واضح کیا کہ پاکستان ایک اسلامی نظریاتی ملک ہے۔اسلام ہی ہمارے وطن کی شناخت اور پہچان ہے۔ہم اس ملک کی شناخت کو دھندلانے اور اسلام کے تشخص کو مٹانے کی ہر سازش کو ناکام بنادیں گے اور ایسے تمام غیر آئینی ہتھکنڈوں اور اسلام سے متصادم قانون سازی کی پوری قوت سے مزاحمت کریں گے۔ہم تبدیلی مذہب بل کو مسترد کرتے ہیں اور آج سے مجوزہ قانون کے متعلق بھرپور عوامی آگاہی مہم کے شروع کا اعلان کرتے ہیں۔ہم اس سلسلہ میں ارکان پارلیمنٹ، متعلقہ وزرا، حکام اور سیاسی جماعتوں کے قائدین سے بھی ملاقاتیں کریں گے اور اُنہیں اپنی ذمہ داری کا احساس دلائیں گے کہ وہ اپنے حلف اور منصب کی پاسداری کریں اور آئین پاکستان اور اسلام کے تحفظ کو یقینی بنائیں۔مولانا سید محمد کفیل بخاری نے بتایا کہ بل کے حوالہ سے مشترکہ لائحہ عمل طے کرنے کے لیے اُن کی جمعیت علماء اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا خواجہ خلیل احمد سجادہ نشین کندیاں شریف سے ابتدائی مشاورت ہوچکی ہے اور بہت جلد مزید سیاسی اور مذہبی قائدین سے ملاقات اور باہمی مشاورت کے بعد باقاعدہ تحریک کا آغاز کیا جائے گا۔‘‘

حکومت کو مسلمانوں کے جذبات کا احترام کرنا چاہیے اور ایسے متنازعہ وغیر شرعی بل کو پارلیمنٹ میں پیش کرنے سے باز رہنا چاہیے، وگرنہ پاکستان کے دارالحکومت سے جبری تبدیلی مذہب بل کے خلاف اٹھنے والی اس پہلی آواز کو باقاعدہ تحریک بننے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔

ڈاکٹر سید طاہر شاہ

سنگل نیشنل کریکولم ایک جائزہ

پی ٹی آئی حکومت نے سیکولر لابی کی مدد سے 2006 کریکولم میں ترامیم کر کے اس کو سنگل نیشنل کریکولم کا نام دے کر اس کے تحت ابتدائی سے پانچویں جماعت تک ٹیکسٹ بکس لکھوا کر اس سال اگست میں نافذ کرائے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ پاکستانی لبرلز ابھی تک اس سے خوش نہیں، حالانکہ اسلامی معیارات کے مطابق بھی یہ نصاب خاصا تشویشناک ہے۔ معاشرتی علوم، انگلش اور اردو کی کتابوں کا جائزہ لینے کے بعد درج ذیل نکات سامنے آئے ہیں۔

1۔ ان تمام کتابوں میں لبرل ازم، مغرب کا تصور آزادی یعنی ہر انسان کو آزادانہ طور رہنے کا حق (میرا جسم میری مرضی)، آزادی اظہار رائے، غیر مسلم کے ساتھ مل جل کر رہنا، رواداری وغیرہ کے تصورات بہت نمایاں کر کے پیش کیے گئے ہیں

2۔ اسلام کی مذہبی اقدار جیسے دین اسلام کی حقانیت، تصور حیا، حجاب، نماز، جوان لڑکے اور لڑکیوں کا مل جل کر رہنے سے اجتناب وغیرہ کے تصورات مکمل طور پر نکال دیے گئے ہیں۔

3۔ مذہبی رواداری کے تحت ہندو، سکھ اور عیسائیوں کے تہواروں کے بار بار تذکرے کیے گئے ہیں مذہبی رواداری کے تحت انٹر فیتھ کا عقیدہ متعارف کرایا گیا ہے اور یہ تاثر دیا گیا ہے کہ اسلام کی کوئی خاص خصوصیات نہیں ہیں بلکہ دوسرے ادیان کی طرح یہ بھی ایک دین ہے۔ سیرت طیبہ کے حوالے بھی اگر دیے گئے ہیں تو ان میں بھی کفار کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر ہے

4۔ کلاس 5 کے معاشرتی علوم ص 6 میں لکھا ہے کہ ’’آزادی اظہار رائے کے نظریے کو انیسویں صدی کے برطانوی لبرل مفکر جان سٹورٹ مل نے پیش کیا ہے۔ معاشرتی ترقی کا واحد راستہ یہ ہے کہ انسانوں کو آزادانہ طور پر اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا جائے‘‘۔

5۔ چوتھی، پانچویں جماعت تک پہنچتے پہنچتے بچوں میں بلوغت کے آثار پیدا ہوتے ہیں انگلش 5 کی کتاب میں ایک سبق اس طرح شروع ہوتا ہے ’’میں عبداللہ ہوں سارہ، طاہر اور ماہین میرے دوست ہیں ہر شام ہم ایک پارک میں جمع ہوتے ہیں جو ہمارے پڑوس میں واقع ہے سارہ کے لیے ہم نے رقم جمع کی جس سے اس کے لئے فن فیئر کے لیے کپڑے خرید لیے۔ ص ’’110۔ اسی کتاب کے ص 5 پر ایک مشق میں لکھا ہے ’’عائشہ اذلان کی بہترین دوست ہے ’’ص 99 پر آمنہ اور سلیمان کے درمیان گفتگو چل رہی ہے‘‘۔

انگلش کلاس 3 میں لڑکی اور لڑکے کے تصاویر ایک دوسرے کو مماس کر کے دیے گئے ہیں۔ معاشرتی علوم کلاس 4 کے ص 4 پر ایک مسلم لڑکے کی غیر مسلم لڑکیوں کے ساتھ گہری دوستی کا ذکر ہے

6۔ کلاس 1 کے معاشرتی علوم کی پرانی کتاب میں 4 اسباق ہمارا اللہ، ہمارے پیغمبر، ہماری نمازیں، اور مقدس کتابیں تھیں جو نئی کتاب سے نکال دیے گئے ہیں۔ معاشرتی علوم کلاس 2 کے سبق ہمارا ملک میں صوبوں کا تعارف ہے سندھ کا تعارف ستار اور بانسری، پنجاب کا تعارف رقص و ڈھول باجے اور خیبر پختون خواہ کا تعارف خٹک ڈانس کے ساتھ کرایا گیا ہے

7۔ معاشرتی علوم 5 کے ص 12 پر لفظ قوم کی تعریف اسطرح کی گئی ہے ''قوم (Nation) لاطینی زبان کے لفظ نیشو (natio) سے ماخوذ ہے''۔ غیر دینی بنیاد پر قوم کی یہ تعریف نہ صرف اسلامی نقطہ نظر بلکہ دو قومی نظریہ پاکستان کے خلاف ہے۔

8۔ انگلش کی کتابوں میں جگہ جگہ پر گفتگو کے دوران good afternoon,good morning, کہے گئے ہیں حالانکہ پچھلی کتابوں میں السلام علیکم کے الفاظ موجود تھے

9۔ انگلش 5 میں ''اچھے اخلاق'' کے تحت ایک لڑکے عمر کے بارے میں لکھا ہے کہ صبح سویرے اٹھتا ہے بروقت سکول جاتا ہے روزانہ پارک میں جاگنگ کے لیے جاتا ہے'' اس میں یہ ذکر کرنا بھول گیا کہ وہ صبح اٹھ کر نماز بھی پڑھتا ہے یا قرآن کی تلاوت بھی کرتا ہے

مشاہداتِ قادیان

مولانا عنایت اللہ چشتی رحمہ اللہ

● قادیان میں مجلس احرار اسلام کی اوّلین صدائے حق ● دفتر کا قیام ● تاریخی احرار تبلیغ کانفرنس کا انعقاد ● قادیانیوں کے ساتھ مناظرے اور مقابلے ● قادیان کے مسلمانوں میں جرأت واستقامت کی روح پھونکنے کے ایمان پرور تذکرے ● کفرستانِ قادیان میں احرار کے پہلے مبلّغ مولانا عنایت اللہ چشتی رحمہ اللہ کے قلم سے قادیان میں تحفظ ختم نبوت کی تاریخ ساز جدوجہد ● تحریک تحفظ ختم نبوت کی نو سالہ مقدس جدوجہد کے عینی شاہد اور میدانِ عمل میں دادِ شجاعت دینے والے عظیم مجاہد کی زبانی۔

صفحات:400 قیمت-/600روپے

ملنے کا پتا: بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم ملتان 0300-8020384

عطا محمد جنجوعہ

اُمّ المؤمنین، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا......شبہات کا ازالہ

سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے قبل آپ کے والد گرامی عبداللہ فوت ہو گئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چھے سال ہوئی تو ماں کی ممتا کے سہارے سے محروم ہو گئے۔ یتیمی کے دور میں پرورش پانے والے محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عمر پچیس سال ہوئی تو آپ کے چچا اور پھوپھیاں حیات تھے۔ ہاشمی ہوں یا بنوامیہ، ان میں سے کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رشتہ کی پیشکش نہ کی۔

سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت و دیانت اور صداقت کا چرچا وادی بطحا میں ہوا تو مکہ مکرمہ کی مال دار تاجرہ بی بی خدیجہ بنت خویلد کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ کا علم ہوا تو انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی درخواست کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرپرستوں سے مشورہ کرنے کے بعد قبول کر لی۔ یہی وہ معزز خاتون ہیں جن کو اسلام قبول کرنے میں سبقت حاصل ہوئی اور مال ومتاع دین کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں نچھاور کر دیا۔

اُمّ المؤمنین سیدتنا خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے چار بیٹیاں اور دو بیٹے ہوئے۔ 10 نبوی میں ابو طالب کی وفات کے چند دن بعد سیدتنا خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں، اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچاس سال تھی۔ چچا اور بیوی کی جدائی کی بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مغموم ہوئے۔ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی خولہ بنت حکیم کے رابطہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا (بیوہ) اور عائشہ بنت ابو بکر (باکرہ) رضی اللہ عنہما سے نکاح ہوا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

أُرِيتُكِ فی الـمـنَـامِ ثَـلاثَ لَيَـالٍ جَـاءَ نِـی بِکَ الْـمَلَکُ فِی خَرَقَةٍ من حَرِيُر فَيقُول هٰذه امْرأَتُکَ فَأَکْشفُ عَنْ وَجْهِکِ فَإِذا أَنْتِ هِیَ فَأَقُوْلُ اِنَ يکُ هٰذَا مِنَ اللّٰهِ يُمْضِهِ .

ترجمہ: تم مجھے خواب میں تین رات دکھائی گئیں، تمھیں ایک فرشتہ ریشم کے ٹکڑے میں اٹھائے ہوئے میرے پاس لایا اور کہا: یہ تمھاری بیوی ہے، میں نے تمھارا چہرہ کھولا تو وہ تم تھیں، میں نے کہا: اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو ضرور پورا ہوگا۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر 2431)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہوش سنبھالا تو گھر میں شرک و کفر سے پاک ماحول تھا۔ آپ فہم احکام و مسائل اور اجتہاد میں دیگر ازواج مطہرات کی نسبت ممتاز تھیں، آپ وہ خوش قسمت خاتون ہیں جن کی سات آسمانوں

کے اوپر سے برأت کا اعلان ہوا۔

مخالفین اہل سنت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر چند اعتراضات کرتے ہیں:

قرآن حکیم میں عورتوں کو حکم ہے کہ وہ اپنے گھروں میں مقیم رہیں جب کہ حضرت عائشہ نے جنگِ جمل میں شرکت کر کے اس کی خلاف ورزی کی۔............سیدہ عائشہ نے لوگوں کو قتلِ عثمان پر ابھارا، آپ نے امیر المؤمنین حضرت علی سے بغاوت کی......(ماخوذ: تجلیات صداقت، جلد دوم، ص: 551 تا 557)

ازالہ: انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں، صحابہ کرام واہل بیت عظام رضی اللہ عنھم معصوم نہیں البتہ محفوظ اور مرحوم و مغفور ہیں۔ اُن کا اجتہادی فیصلہ زمانہ مستقبل کے حالات کے مطابق سازگار بھی ثابت ہوا اور ناموافق بھی لیکن ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خیر خواہی کا جذبہ کارفرما رہا۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ ......الخ .(الاحزاب 33)

اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم جہالت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ کا اظہار نہ کرو۔

زمانہ جہالت کی طرح بے حجاب زرق برق لباس پہن کر بازاروں میں نکلنے کی ممانعت ہے البتہ باپردہ ہو کر ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلنا جائز ہے، جس طرح حج وعمرہ کے لیے محرم کے ہمراہ سفر کرنا جائز ہے۔

شہادت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد مدینہ منورہ کے حالات ابتر تھے سیدہ عائشہ نے اجتہادی فیصلہ کیا کہ اہل بصرہ کو ساتھ ملا کر مدینہ منورہ کو شر پسندوں سے پاک کریں۔ اس بنا پر وہ اصلاح کی خاطر بصرہ روانہ ہوئی تھیں، انھوں نے اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ سفر کیا۔ جس طرح سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے محرم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ گھر سے باہر نکلیں۔ مثلاً فریق مخالف کی کتابوں میں یہ روایت خود نقل ہوتی ہے کہ:

''حضرت علی جناب فاطمہ کو ایک سواری پہ اپنے ہمراہ لے کر ایک شب مجالس انصار میں تشریف لے گئے۔ جناب فاطمہؓ نے ان سے آنجناب (حضرت علی) کی نصرت چاہی، انھوں نے جواب دیا، اے دختر رسول! ہم چونکہ ابوبکر کی بیعت کر چکے ہیں لہذا مجبور ہیں''۔ (اثبات الامامت، ص: 274، از محمد حسین النجفی، مکتبہ سبطین سرگودھا)

شہادت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ میں یہودی النسل عبداللہ بن سبا سرغنہ تھا، جس نے صحابہ کرام سے منسوب من گھڑت خطوط اور بیانات جاری کر کے لوگوں کو شہادت عثمانؓ پر ابھارا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منسوب افواہ، اس کا خبیث فعل ہے۔ ڈاکٹر علی محمد الصلابی نے سیدنا علی بن ابی طالب، ص: 614 میں تحریر کیا ہے:

''تاریخ وادب کی کتابوں میں بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کی کردار کشی کرنے والی کئی ضعیف اور موضوع (جھوٹی) روایات وارد ہوئی ہیں، لیکن علمی تحقیق وتنقید کی کسوٹی پر وہ پوری نہیں اترتیں (**دور المرأة السياسي في عهد**

النبی و الخلفاء/ ص: 352)،اسی طرح ”العقد الفرید“ ، ”کتاب الأغانی“ ، ”تاریخ الیعقوبی“ ، ”تاریخ المسعودی“ اور ” أنساب الأشراف“ وغیرہ کتابوں میں جوروایتیں اس سلسلہ میں وارد ہیں اورعثمان رضی اللہ عنہ کی زندگی میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو سیاسی کردار دکھارہی ہیں، وہ قطعاً قابل توجہ نہیں، اس لیے کہ وہ صحیح روایات کے خلاف اور بے بنیاد ہیں، ان میں اکثر روایات بلاسند ہیں اور جن کی سندیں ہیں وہ مجروح ہیں، ان سے استدلال نہیں کیا جا سکتا ہے۔ مزید برآں جب ان کے متون کا دیگر صحیح اور حقائق سے قریب ترین روایات سے موازنہ کیا جاتا ہے تو یہ متون غلط ثابت ہوتے ہیں۔(ایضا، ص: 270“)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بارے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا سے متعدد احادیث وارد ہیں۔ چنانچہ فاطمہ بنت عبدالرحمٰن الیشکر یہ اپنی ماں سے روایت کرتی ہیں کہ جب ان کے چچا نے انھیں عائشہ رضی اللہ عنھا کے پاس بھیجا تو ان سے کہلوایا کہ تمھارا ایک بیٹا تم پرسلام بھیجتا ہے اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کر رہا ہے، کیونکہ لوگ ان کے بارے میں بہت کچھ چہ مگوئیاں کر رہے ہیں، آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”اللہ کی لعنت ہو اس پر جو اُن (عثمانؓ) پر لعنت بھیجے، اللہ کی قسم! اللہ کے نبی کے پاس وہ بیٹھے ہوئے تھے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف اپنی پیٹھ کی ٹیک لگائے تھے، جبریل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قرآن کی وحی لاتے اور آپ فرماتے: اے عثمان! لکھو، اگر وہ اللہ اور اس کے رسول کے مخلص وفادار نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کو اتنا بلند رتبہ نہ دیتا۔(المسند 250/6, 260۔تحقیق مواقف الصحابہ: 378/1)

مسروق کا بیان ہے کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوگئی تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم نے شروع میں انھیں ایسے اکیلا اور الگ چھوڑ دیا، جیسے کہ میل کچیل صاف ستھرے کپڑے سے الگ ہوتا ہے، پھر تم ان کے پاس گئے اور بکرے کی طرح اسے ذبح کیا“۔مسروق نے جواب دیا: ”یہ سب کچھ آپ نے کیا، آپ نے لوگوں کے نام خطوط لکھوائے اور حکم دیا کہ ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہو“۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: ”قسم ہے اس ذات کی جس پر مومن لوگ ایمان لائے اور جس کا کافروں نے انکار کیا، میں نے اب تک خط کے نام پر سفید کاغذ میں کوئی سیاہ نقطہ تک نہیں رکھا“۔(عائشہ رضی اللہ عنہا تک اس کی سند صحیح ہے)

(فتنہ مقتل عثمان 391/1۔تاریخ خلیفہ،ص:176، بحوالہ سیدنا علیؓ از ڈاکٹر علی محمد الصلابی)

سبائی گروہ کی موضوع روایات عثمان و عائشہ اور عثمان و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف ونفرت کی ایسی تاریخ پیش کرنا چاہتی ہیں، جن کا سرے سے کوئی وجود نہیں۔ اللہ تعالیٰ نفاق کے شر سے اُمت مسلمہ کو محفوظ رکھے۔حضرت عائشہؓ اور طلحہ، زبیر کی بصرہ آمد کی غرض اصلاح کے سوا کچھ نہ تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت قعقاع کو بصرہ میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کی طرف ایلچی

بنا کر بھیجا کہ وہ ان کو اتحاد کی دعوت دیں۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں جا کر اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنے مشن کا آغاز کیا اور کہا اے میری ماں! آپ اس شہر میں کیوں آئی ہیں؟ آپ نے فرمایا: میرے بیٹے! لوگوں کے درمیان صلح کروانے۔ طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما نے کہا ہم بھی اسی لیے آئے ہیں۔

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے بتایئے، اس صلح کی صورت کیا ہوگی؟ ان دونوں نے کہا صلح قاتلینِ عثمان پر ہوگئی، اس وجہ کو ترک کرنا قرآن کو ترک کرنا ہوگا۔ قعقاع رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چھے صد بصری قاتلین کو قتل کیا ہے اور ان کے لیے چھے ہزار آدمی غصے میں آگئے ہیں اور انھوں نے تم سے علیحدگی اختیار کر لی ہے...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ سے پوچھا تمھاری رائے کیا ہے؟ انھوں نے کہا (قاتلین عثمان سے قصاص لینے کے لیے) سکون کی ضرورت ہے، جب وہ معاملہ پُرسکون ہو جائے گا تو وہ حرکت کریں گے، پس اگر تم بیعت کرلو تو یہ بھلائی اور رحمت کی خوش خبری اور بدلہ لینے کی علامت سے...... دونوں فریق صلح کے قریب ہو گئے''۔

حضرت علی رضی اللہ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اتفاق واتحاد کی سعادت کا ذکر خیر فرمایا اور آخر میں کہا ''میں کل کوچ کرنے والا ہوں پس تم بھی کوچ کرو اور ہمارے ساتھ کوئی ایسا شخص کوچ نہ کرے جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں لوگوں کی کچھ بھی مدد کی ہو''۔ (تاریخ ابن کثیر، جلدے، ص:313، 314۔ تاریخ طبری 521/5)

سبائی گروہ جو قتل عثمان میں ملوث تھا، پوری رات مشورہ کرتے رہے اور کہا کہ ان سب لوگوں کی ہمارے بارے ایک ہی رائے ہے، اگر انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی تو وہ صلح ہمارے خونوں پر ہوگی۔

ابن السودا یعنی عبداللہ بن سبا نے کہا اے لوگو! تمھاری بہتری اس میں ہے کہ تم ان لوگوں کے ساتھ ملے جلے رہو اور ان کے ساتھ مل کر کام کرو اور جب کل دونوں فریق آپس میں ملیں تو جنگ چھیڑ دو اور انھیں سوچنے کا موقع نہ دو۔ (تاریخ الطبری، 527/5)

پھر وہ سب اس بات پر متفق ہو گئے، انھوں نے انتہائی رازداری سے جنگ کی آگ سلگائی، دونوں فریق ایک دوسرے سے بدظن ہو گئے اور لڑائی بھڑک اٹھی۔

تاریخی واقعات اس امر کے شاہد ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کے دلوں میں اخلاص تھا یہی وجہ ہے کہ وہ باہمی گفت وشنید کے بعد صلح پر رضا مند ہو گئے جب کہ سبائی گروہ کو اتحاد کی فضا ناگوار گزری، انھوں نے نہایت خفیہ انداز سے جنگ بھڑکائی۔ اس بنا پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے کہنا کہ وہ قتال کے ارادہ سے نکلی تھیں، سراسر بے بنیاد بات ہے۔

جنگ جمل میں شریک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اجتہادی فیصلے پر پوری طرح خوش نہ تھے بلکہ اس کو مجبوری کا

فیصلہ سمجھ کر اختیار کرنے والے تھے۔ مثلاً:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جنگ جمل کے بعد فرمایا: ''میں چاہتی تھی کہ میرا وجود لوگوں کے درمیان ایک رکاوٹ بن کر حائل ہو جائے، میں نہیں گمان کرتی تھی کہ لوگوں میں قتال ہوگا اگر مجھے اس کا علم ہوتا تو میں کبھی بھی قدم نہ اٹھاتی۔ (المغازی/الزھری ص: 154۔ بحوالہ: حضرت علی بن ابی طالب از ڈاکٹر علی محمد الصلابی)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب اللہ تعالیٰ کے فرمان (وَ قَرنَ فی بُیُوتِکُنَّ، الاحزاب: 33) کو پڑھتیں تو اس قدر روتیں کہ دوپٹہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا۔ (سیر اعلام النبلاء 177/2)

جب امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ تلواریں لوگوں کو کاٹ رہی ہیں تو فرمایا کاش کہ میں آج سے 20 سال پہلے مر گیا ہوتا۔ (الفتن، نعیم بن حماد 80/1)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے قتال نہیں کیا اور نہ ہی اس مقصد سے نکلی تھیں، آپ کا مقصد صرف اصلاح بین المسلمین تھا۔ جب آپ پر واضح ہو گیا کہ نہ جانا ہی بہتر تھا تو آپ نکلنے کو سوچتی تو آنسو بہاتیں۔ اسی طرح دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باہمی لڑائی کو سوچتے تو غم میں ڈوب جاتے۔ طلحہ، زبیر اور علی رضی اللہ عنہم تینوں عظیم المرتبت بزرگوں سے اس جنگ کے نتائج پر افسردہ و نادم ہونے کی روایات منقول ہیں۔ جنگ جمل کے موقع پر ان لوگوں کا ارادہ لڑائی نہ تھا۔ وہ ایک حادثہ تھا جو اچانک رونما ہوا۔

الزام: عائشہ صاحبہ نے خچر پر سوار ہو کر امام حسن کے جنازہ کو روکا اور حجرہ میں دفن سے مانع ہوئیں۔ (تجلیات صداقت، جلد دوم، ص: 557)

ازالہ: سید سلیمان ندویؒ نے تحریر کیا ہے کہ ''یہ روایت تاریخ طبری کے ایک پرانے فارسی ترجمہ میں جو ہندوستان میں چھپ گیا ہے، نظر سے گزری ہے لیکن اصل متن مطبوعہ یورپ کی طرف رجوع کیا تو جلد ہفتم کا ایک ایک حرف پڑھنے کے بعد بھی یہ واقعہ نہ ملا۔ (سیرت عائشہ، ص: 143)

اس قسم کی دیگر روایات بھی جھوٹ پر مبنی ہیں، معتبر صحیح روایات میں ان کا نام و نشان تک نہیں پایا جاتا۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ کسی نے بھی نہیں روکا اور نہ انھیں دفن کے لیے لے جایا گیا۔

قابلِ غور پہلو: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے روضہ اطہر تک اتنا زیادہ فاصلہ نہ تھا کہ خچر پر سوار ہونا پڑتا۔

مخبر صادق محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الاَرْضِ فَیَتزَوَّجُ وَ یُوْلَدُ لَهُ وَ یَمْکُثُ فِی الاَرْضِ خَمْسَةً وَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ثُمَّ یَمُوْتُ فَیُدْفَنُ مَعِیْ فِیْ قَبْرِیْ. (مشکوٰۃ، ص: 480، جلد دوم، باب نزول عیسیٰ)

ترجمہ: عیسیٰ بن مریم زمین کی طرف نازل ہوں گے، نکاح کریں گے، اولاد ہو گی اور زمین میں 45 سال رہیں گے، پھر فوت ہو کر میرے مقبرے میں دفن ہوں گے۔

حجرہ یعنی روضہ اطہر میں چار قبروں کی گنجائش تھی۔ چوتھی جگہ میں کسی صحابیؓ کا دفن نہ ہونا اور خالی رہنے میں یہی حکمت خداوندی تھی، جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفن ہوں گے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بے بنیاد الزام لگانا بغض وعناد ہے، حقیقت میں کوئی وجود نہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے: وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ...(الاحزاب) اور پیغمبر کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں۔

اُمّ المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد اُمّ المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مرتبہ ومقام بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت وریاضت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت ومحبت آپؓ کی زندگی کا مقصد رہا۔ سیدہ عائشہ طاہرہ رضی اللہ عنہ کا بچپن سے جوانی تک کا زمانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بسر ہوا۔ یہ فیضانِ نبوت کی تربیت کی اثر پذیری ہے کہ ان کا اخلاق امت مسلمہ کی عورتوں کے لیے مشعل راہ بن گیا۔

مسجد نبوی کے چاروں طرف متعدد حجرے تھے، ان میں ایک حجرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ یہ حجرہ مسجد کی شرقی جانب واقع تھا۔ جس کی وسعت چھے سات ہاتھ سے زیادہ نہ تھی، مٹی کی دیواریں تھیں، کھجور کے پتوں اور ٹہنیوں سے ڈھکی ہوئی تھیں اوپر سے کمبل ڈال دیا گیا تھا کہ بارش کی زد سے محفوظ رہے۔ گھر کا اثاثہ ایک چارپائی، چٹائی، بستر، تکیہ اور تین چار ضرورت کے برتن تھے۔ چالیس راتیں گزر جاتیں گھر میں چراغ نہ جلتا تھا۔ کبھی تین دن متصل ایسے نہیں گزرے کہ خاندان نبوت نے سیر ہو کر کھانا کھایا ہو۔ لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کبھی شکایات کا کوئی حرف زبان پر نہیں لایا۔

آپ رضی اللہ عنہا عبادت الٰہی میں اکثر مصروف رہتیں، چاشت کی نماز باقاعدگی سے پڑھا کرتی تھیں اور رات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھ کر تہجد ادا کرتیں۔ رمضان میں تراویح کا خصوصی اہتمام کرتیں۔ آپ رضی اللہ عنہا اکثر روزے رکھا کرتیں اور حج کی شدت سے پابند تھیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت تھی، کبھی رات کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیدار ہوتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلو میں نہ پاتیں تو بے قرار ہو جاتیں۔ ایک شب کا واقعہ ہے کہ آنکھ کھلی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا۔ شب کا نصف حصہ گزر چکا تھا، اِدھر اُدھر ڈھونڈھا لیکن محبوب کا جلوہ نظر نہ آیا، تلاش کرتی ہوئی قبرستان پہنچیں، دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا واستغفار میں مشغول ہیں۔ الٹے پاؤں واپس آئیں اور صبح کو آپ کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں رات کوئی چیز سامنے جاتی معلوم ہوئی تھی، وہ تم ہی تھیں۔ (نسائی، باب الاستغفار)

چونکہ ازواج مطہرات میں بعض امراء اور رئیس گھرانوں کی خواتین تھیں، وہ اس طرح فقیرانہ زندگی بسر کرنے

کی عادی نہ تھیں، اس پر تخییر کی آیت نازل ہوئی کہ جو چاہے اس شرف کو قبول کرے اور فقر کے ساتھ رہے، اور جو چاہے خانہ نبوت سے الگ ہوجائے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مشورہ کروں بلکہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آخرت کی زندگی کو پسند کرتی ہوں پھر آپ کی دیگر بیویوں نے بھی میری طرح ہی کیا۔(صحیح بخاری / تفسیر حدیث 4789)

سیدہ عائشہ طاہر رضی اللہ عنہا کو عزت نفس کی نسبت عزت رسول عزیز تر تھی۔حضرت حسان رضی اللہ عنہ جن سے افک کے واقعہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سخت صدمہ پہنچا تھا۔بعض عزیزوں نے افک کے واقعہ میں ان کی شرکت کے سبب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے حسانؓ کو برا کہنا چاہا تو انھوں نے سختی سے روکا کہ اُن کو برا نہ کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مشرک شاعروں کو جواب دیا کرتے تھے۔(صحیح بخاری، کتاب المناقب، ص: 3531)

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جہانِ فانی سے کوچ فرماگئے لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کی اُن سے عقیدت و محبت بدستور برقرار رہی۔آپ افک کے صدمہ کو فراموش کر کے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی عزت اس لیے کرتی تھیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مشرکوں کو جواب دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد ازواج مطہرات میں سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سب سے محبوب تھیں۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ذات سلاسل والے لشکر کا امیر بنا کر بھیجا، واپسی پر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب آپ کے نزدیک کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ، میں نے کہا مردوں میں سے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُن کے والد۔(صحیح البخاری، حدیث نمبر 4358)

امام ذہبی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزہ ذات ہی کو پسند فرماتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا مِنْ ھٰذِہِ الْأُمَّۃِ لَاتَّخَذْتُ أَبَابَکْرٍ خَلِیْلًا وَ لٰکِنْ أُخُوَّۃَ الاسْلَامِ أَفْضَلُ .

ترجمہ: اگر میں اس اُمت میں کسی کو اپنا دوست بناتا تو ابوبکر کو بناتا، لیکن اسلامی اخوت ہی افضل ہے۔

گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے افضل ترین مرد اور افضل ترین عورت کو پسند کیا، لہٰذا جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دونوں محبوب نظر سے بغض رکھے، وہ اللہ اور اس کے رسول کا دشمن کہے جانے کا مستحق ہے اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی محبت کسی سے پوشیدہ نہیں۔(سیر اعلام النبلاء، 143/2)

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب بیوی کو خصوصی اعزاز سے سرفراز فرمایا۔ سیدہ عائشہ رض اللہ عنہا کے لحاف میں وحی کا نزول ہوا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی سند سے ہشام بن عروہ سے، انھوں نے اپنے والد (عروہ) سے راویت کیا کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفے بھیجنے میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار کیا کرتے تھے، عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میری سوکنیں اُمِ سَلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اوران سے کہا: اللہ کی قسم! لوگ جان بوجھ کر اپنے تحفے اس دن بھیجتے ہیں جس دن عائشہ کی باری ہوتی ہے، ہم بھی عائشہ کی طرح اپنے لیے فائدہ چاہتی ہیں، اس لیے تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے فرمادیں کہ میں جس بھی بیوی کے پاس ہوں، جس کی بھی باری ہو، اسی گھر میں تحفے بھیج دیا کرو، اُمّ سَلمہ نے یہ بات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی، آپ نے کچھ بھی جواب نہیں دیا، انھوں نے دوبارہ عرض کیا جب بھی جواب نہ دیا، پھر تیسری بار عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا اُمَّ سَلَمَةَ لَا تُؤْذِ يْنِيْ فِيْ عَائِشَةَ فَاِنَّهٗ وَاللّٰهِ مَا نَزَلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ وَ اَنَا فِي لِحَافِ امرأَةٍ مِنكُنَّ غَيْرَهَا
(صحیح بخاری، حدیث نمبر 3775)

ترجمہ: ''اے اُمّ سلمہ! عائشہ کے بارے میں مجھ کو نہ ستاؤ، اللہ کی قسم! تم میں سے کسی بیوی کے لحاف میں (جو میں اوڑھتا ہوں سوتے وقت) مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی، ہاں، (عائشہ کا مقام یہ ہے) کہ ان کے لحاف میں وحی نازل ہوتی ہے۔''

علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب اس بات کی دلیل ہے کہ حکم الٰہی کے مطابق عائشہ رضی اللہ عنہا سے شدید محبت کی وجہ انھیں دیگر ازواج مطہرات پر فضیلت ملی اور اللہ کی طرف سے یہ اشارہ ان کی محبت میں اضافہ کا سبب بنا۔ (سیر اعلام النبلاء، 143/2)

جبریل علیہ السلام، عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام بھیجتے ہیں:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **يَا عَائِشَةُ هٰذَا جِبْرِيْلُ يَقْرَاءُ عَلَيْكِ السَّلَامَ** ''اے عائشہ! یہ جبریل تمھیں سلام کہتے ہیں''۔ میں نے جواب دیا: ''**وَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ**''، لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ دیکھتے ہیں، میں نہیں دیکھتی۔
(صحیح بخاری، حدیث نمبر: 3768)

سیدہ عائشہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے سبب چند قرآنی آیات کا نزول:

سب سے مشہور تو وہ آیاتِ کریمہ ہیں جن میں معاملہ افک سے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہا کی براءت کی گواہی دی گئی ہے، آپ کی صداقت اور عفت و پاکیزگی کی ترجمان یہ آیتیں سورت نور میں آیت نمبر

11 سے آیت نمبر 26 تک ہیں۔آغاز یہاں سے ہوتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡکِ عُصۡبَۃٌ مِّنۡکُمۡ لَا تَحۡسَبُوۡہُ شَرًّا لَّکُمۡ بَلۡ ہُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ لِکُلِّ امۡرِیًٔ مِّنۡہُمۡ مَّا اکۡتَسَبَ مِنَ الۡاِثۡمِ وَالَّذِیۡ تَوَلّٰی کِبۡرَہٗ مِنۡہُمۡ لَہٗ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ .(النور:11)

ترجمہ: ''بے شک وہ لوگ جو بہتان لے کر آئے ہیں، وہ تم ہی سے ایک گروہ ہیں، اسے اپنے لیے برا مت سمجھو، بلکہ یہ تمھارے لیے بہتر ہے۔ان میں سے ہر آدمی کے لیے گناہ میں سے وہ ہے جو اس نے گناہ کمایا اور ان میں سے جو اس کے بڑے حصے کا ذمہ دار بنا، اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے''۔

اور انتہا یہاں ہوتی ہے: **اَلۡخَبِیۡثٰتُ لِلۡخَبِیۡثِیۡنَ وَالۡخَبِیۡثُوۡنَ لِلۡخَبِیۡثٰتِ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیۡنَ وَالطَّیِّبُوۡنَ لِلطَّیِّبٰتِ اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوۡنَ مِمَّا یَقُوۡلُوۡنَ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّرِزۡقٌ کَرِیۡمٌ**.(النور:26)

ترجمہ: ''گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہیں۔ یہ لوگ اس سے بری کیے ہوئے ہیں جو وہ کہتے ہیں، ان کے لیے بڑی بخشش اور باعزت روزی ہے''۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ محض آپ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ افک کے تہمتوں سے آپ کو بری ثابت کیا اور آپ کی براءت وصفائی میں ایسی وحی نازل فرمائی جسے قیامت تک مسلمانوں کی نمازوں میں اور ان کے منبر ومحراب پر پڑھی جاتی رہے گی، ان کے حق میں گواہی دی کہ آپ ''طیبات'' پاک عورتوں میں سے ہیں اور ان کی مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ کیا۔ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مطلع کیا کہ آپ رضی اللہ عنہا کے بارے میں جو کچھ بہتان تراشیاں کی گئیں، ان سے آپ کا دامن داغ دار نہیں ہوا اور نہ آپ کی شان کم ہوئی، بلکہ ان کے حق میں بہتر ثابت ہوئیں، اس واقعہ کے سبب اللہ نے آپ کی عظمت کو چار چاند لگا دیے اور آپ کے فضل ومنقبت کو نکھار دیا۔ دونوں جہان والوں کے درمیان آپ کی شخصیت پاکیزگی کی یادگار بن گئی''۔

تیمّم کی سہولت اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا:

وہ آیت جس سے آپ رضی اللہ عنہا کے ذریعے اُمت محمدیہ کو عظیم سہولت میسر آئی، وہ آیت تیمّم ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے اسماء رضی اللہ عنہا سے ہار عاریتاً لیا۔ اتفاق کی بات کہ وہ گم ہو گیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلاش میں اپنے چند صحابہ کو بھیجا، اسی دوران نماز کا وقت ہو گیا اور انھوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھی۔ جب وہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ کر آئے تو اس واقعہ کی آپ کو اطلاع کی، تب آیت تیمّم نازل ہوئی۔

اسید بن حضیر کہنے لگے (جزاکِ اللّٰہ خیرا) اللہ آپ کو جزائے خیر دے، اللہ کی قسم آپ کے ساتھ جو بھی

ناپسندیدہ معاملہ پیش آیا۔ اللہ نے اس میں آپ کے لیے اور اُمت کے لیے خیر پیدکردی۔(صحیح بخاری، حدیث:326)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے آخری ایام میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں قیام فرمایا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن اور اُن کی ٹھوڑی اور سینہ کے درمیان ٹیک لگائے ہوئے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دنیوی زندگی کی آخری گھڑی اور اخروی زندگی کی پہلی گھڑی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لعاب دہن کو اکٹھا کر دیا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تدفین ہوئی۔(سیر اعلام النبلاء، 189/2)

سیدہ عائشہ طاہرہ رضی اللہ عنہا وہ مومنہ ہیں، خواب میں فرشتہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جن کی صورت پیش کی۔ جن کے سوا کوئی اور کنواری بیوی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہ تھی۔ جن کے بستر پر ہوتے تب بھی وحی آتی تھی۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ترین بیوی تھیں۔ جن کی شان میں قرآن کی آیات اتریں، جن کی گود میں سر رکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یقیناً مومنوں کی ماں ہیں لیکن ایمان کی نعمت سے محروم صاحبان کی ہرگز ماں نہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی برائت کی قرآنی آیات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات پر غور کرنے کی توفیق دے۔ آمین

ماخذ ومراجع

1۔ قرآن حکیم واحادیث نبویہ
2۔ سیرت عائشہ از علامہ سید سلیمان ندویؒ
3۔ سیدنا علی بن ابی طالب از ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی
4۔ تجلیات صداقت، جلد دوم از محمد حسین النجفی
5۔ اثبات الامامت از محمد حسین النجفی
6۔ تاریخ ابن کثیر از حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ

Saleem&Company

Bahar Chowk, Masoom Shah Road, Multan.

SINCE 1968

Manufacture of Quality Furniture, Government Contractors, Electronics & General Order Suppliers

سلیم اینڈ کمپنی

فون نمبر: 0302-8630028
061 -4552446

Email:saleemco1@gmail,com

بہار چوک معصوم شاہ روڈ ملتان

مولانا علامہ محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں، حضرت عمّار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کو کوفہ بھیجا، اور ان لوگوں کو لکھ دیا کہ میں عمّار کو گورنر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کو ان کا مشیر اور معلم بنا کر تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگ اصحاب میں سے ہیں، تو تم ان کے کہنے پر چلو گے، اور دیکھو میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھیجنے میں ایثار سے کام لیا ہے کہ انہیں تمھارے پاس روانہ کر دیا ہے ورنہ تو خود مجھے ان کی یہاں ضرورت ہے۔

سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قد بہت چھوٹا تھا، مگر ان کا علم بہت اونچا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں فرماتے تھے **کنیف ملئ علما** (چھوٹا سا برتن مگر علم سے بھرا ہوا) گویا آپ ''بقامت کہتر بقیمت بہتر'' کا مصداق تھے۔

آپؓ کا تعلق قبیلہ ھذیل سے تھا۔ اسلام لانے سے پہلے عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گذرے، تو آپؐ نے پوچھا کیوں رے نوجوان! دودھ ہے؟ کہا ہے تو سہی لیکن میں تو امین ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اچھا کوئی بن گابھن بکری ہے تو عبداللہ نے ایک بکری پکڑ کر پیش کر دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور دودھ نکال لیا، خود بھی پیا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی پلایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھن سے فرمایا سکڑ جا تو وہ سکڑ گیا۔ اس کے بعد انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے پاس ٹھہرا لیا، وہ خدمت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرما رکھا تھا کہ تمہیں میرے گھر میں آنے کے لیے بار بار اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں ہے بس میری آواز سن لو تو پردہ ہٹا کر آ جایا کرو۔ (اس وقت تک حجاب کا حکم نہیں آیا تھا)۔ حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ یمن سے آئے ہوئے تھے فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اتنی کثرت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آتے جاتے تھے کہ میں ایک عرصے تک یہی سمجھتا رہا کہ وہ حضور کے گھر کے فرد ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پہلے حبشہ کو اور پھر مدینہ منورہ کو ہجرت کی۔ تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کفش برداری کی سعادت انہیں کو حاصل تھی، سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ، مسواک اور وضو کا برتن بھی انہیں کے پاس رہتا تھا ان کا علم تو مثالی تھا ہی عملی لحاظ سے بھی ان کا پایہ بہت بلند تھا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ خود بھی ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ فرماتے ہیں۔

ان اشبہ الناس دلا وسمتا وھدیا برسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لابن ام عبد من حین

یخرج من بیته الی ان یرجع الیه لاندری مایصنع فی اهله اذاخلا (رواہ البخاری)

ترجمہ: چال ڈھال، طورطریق اورسیرت کے لحاظ سے لوگوں میں سب سے زیادہ رسول اللہ سے ملتا جلتا حال عبداللہ بن مسعود کا ہے گھر سے نکلنے سے لے کر واپس آنے تک تو یہی حال ہے۔ ہمیں یہ معلوم نہیں، کہ جب وہ گھر میں اکیلے ہوتے ہیں، وہاں کیا کرتے ہیں۔

ترمذی شریف میں انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان منقول ہے

تمسکوا بعهد ابن ام عبد تم عبداللہ بن مسعود کی وصیت کی پابندی کرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے ارشاد فرمایا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا وزن ان کے اعمال کی وجہ سے میزان میں احد پہاڑ سے بھی زیادہ ہوگا (اصابہ ص ۳۷۰ ج ۲)

حضرت علقمہ رحمہ اللہ کوفہ کے رہنے والے ایک جلیل القدر تابعی تھے وہ کہتے ہیں میں شام گیا، وہاں میں نے دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کی **اللهم یسر لی جلیسا صالحاً** اے اللہ! مجھے کوئی نیک ہم نشین مہیا فرما چنانچہ وہاں کچھ لوگ بیٹھے تھے، میں بھی ان کے پاس جا کر بیٹھ گیا اتنے میں ایک بزرگ آئے اور وہ میرے پہلو میں بیٹھ گئے۔ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا یہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ (۱) ہیں۔ میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا، کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا کی ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیج دیا: پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا کوفہ سے۔ فرمایا کیا تمہارے ہاں یہ حضرات نہیں رہتے۔ (ایک) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین، تکیہ اور وضوء کا برتن اٹھائے رہتے تھے۔ (دو) عمار بن یاسر، جس کو اللہ نے اپنے پیغمبر کی زبانی شیطان سے پناہ دی۔ (تین) حذیفہ بن یمان، جو نبوت کے وہ راز جانتے ہیں، جو اور کسی کو معلوم نہیں ہیں (بخاری شریف)

ایسا ہی ایک واقعہ ترمذی شریف میں آیا ہے کہ خیثمہ نامی ایک شخص مدینہ منورہ گئے اور انہوں نے بھی نیک ہم نشین کی دعاء کی تو انہیں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی صحبت میسر آئی۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے مذکورہ بالا تین حضرات کے علاوہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ کے نام بھی لیے رضی اللہ عنھم اجمعین۔ ان روایتوں سے ظاہر ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تعریف میں خود کبار صحابہؓ رطب اللسان ہیں ان کی اسی عظمت شان اور جلالت قدر کا لحاظ کرتے ہوئے علامہ ذہبی اپنی نامور کتاب تذکرۃ الحفاظ میں ان کے نام کے ساتھ الامام الربانی کا لفظ بڑھاتے ہیں۔

ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ عبداللہ بن مسعودؓ نماز پڑھ رہے تھے، انہوں نے سورہ نساء شروع کر رکھی تھی اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی ہمراہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن مجید کو اس طرح سے پڑھنا چاہے، جس طرح کہ نازل ہوا تھا وہ عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت کے مطابق پڑھے (۲)۔ پھر جب عبداللہ رضی اللہ عنہ بیٹھ کر دعاء کرنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اب دعا کرو جو مانگو مل جائے گا، تو انہوں نے یہ دعا کی:

اے اللہ! میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جس کے بعد ارتداد نہ آئے، ایسی نعمتیں مانگتا ہوں، جو منقطع نہ ہونے پائیں اور جنت الخلد کے اعلیٰ مقام میں تیرے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی رفاقت مانگتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھ کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو یہ بشارت دینے گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا تھا جو مانگو مل جائے گا مگر حضرت ابوبکرؓ پہلے وہاں پہنچ کر یہ بشارت سنا چکے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ کر کہا آپ تو ہر کار خیر میں آگے رہتے ہیں، کوئی آپ سے کیسے مقابلہ کرسکتا ہے۔ (استیعاب ص۳۷۲) یہ واقعہ مسند احمد میں بھی موجود ہے

صاحب مشکوۃ اپنی کتاب الاکمال فی اسماء الرجال میں لکھتے ہیں

وشهد له رسول الله صلى الله عليه وسلم بالجنة

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بہشتی ہونے کی گواہی دی ہے۔

تو یہ ہیں علم میں افضل، عمل میں برتر، جنت کے بشارت یافتہ، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وارضاہ

حواشی

(۱) حضرت ابوالدرداءؓ انصاری خزرجی ہیں۔ ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان منقول ہے: **حکیم امتی ابوالدرداء** (استیعاب ص۴۶۶) علامہ ذہبی بھی انہیں حکیم الامت لکھتے ہیں۔ (تذکرہ ص ۲۳ ج۱)

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خود راوی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ مجھے قرآن سناؤ میں نے عرض کیا: حضور! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سناؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے؟

فرمایا میں دوسرے سے سننا پسند کرتا ہوں۔ میں نے سورہ نساء کی تلاوت شروع کی۔ جب اس آیت تک پہنچا

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا

ترجمہ: اس وقت کیا حال ہوگا، جب کہ ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر سامنے لائیں گے۔

میں نے پھر کر دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ (قیامت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجانے کی وجہ سے) (بخاری ومسلم وغیرہ)

طفیل ہاشمی

وسعت رزق کے تکوینی اسباب

وسعت رزق کے مادی اسباب، ہم سب جانتے ہیں کہ اس کے لیے ایسے مواقع پر اور ایسے طریقے سے تلاش، محنت اور جد و جہد کی جائے جو حصول رزق کے واقعی اسباب ہوں لیکن پچھلے کچھ عرصے سے پاکستان میں بالائی طبقے میں جنسی بے راہ روی اتنی عام اور علی الاِعلان ہوگئی ہے جس کی وجہ سے ملک غربت، افلاس، مہنگائی اور بے روزگاری کے عفریت کا شکار ہو گیا ہے۔ اجتماعی پیمانے پر حالات اسی وقت بدلتے ہیں جب حکمران طبقہ یا ان کے اعمال تبدیل ہوں جبکہ فوری طور پر اس کا نہ صرف یہ کہ امکان نظر نہیں آتا بلکہ بظاہر یہ عذاب سالہا سال مسلط رہ سکتا ہے۔ ایسے میں ہر فرد اپنے حالات سنوارنے کی انفرادی کوشش کرتا ہے۔ ہر طرح کی کوشش کی کامیابی کے جہاں ظاہری اسباب ہوتے ہیں وہاں اس کے تکوینی اسباب بھی ہوتے ہیں جب تک دو گونہ اسباب ہم آہنگ نہ ہوں نتائج حاصل نہیں ہو سکتے۔ مثلاً ایک فرد کام کرنے کی اہلیت رکھتا ہے، محنت کے لیے تیار بھی ہے، کام تلاش بھی کرتا ہے لیکن اسے کام ہی نہ ملے تو کیا کرے۔ گویا تمام ظاہری اسباب اختیار کرنے کے باوجود تکوین اس کا ساتھ نہیں دے رہی۔ وسعت رزق کے لیے کن امور کو اختیار کیا جائے تو وسائل نہ صرف میسر آنے لگتے ہیں بلکہ نتیجہ خیز بھی ہوتے ہیں۔ کتاب و سنت میں اس ضمن میں کچھ امور کی نشاندہی کی گئی ہے، جو درج ذیل ہیں

(1) قرآن میں ہے **من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب** جو کوئی تقوی اختیار کرے اللہ اسے ہر طرح کے مشکل حالات سے نکال دیتا ہے اور اسے ایسی ایسی جگہوں سے رزق دیتا ہے کہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ یعنی تقوی رزق کی وسعت کی ضمانت ہے۔ عام طور پر ہم سمجھتے ہیں کہ تقوی اختیار کرنا بہت مشکل کام ہے حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ سب سے آسان کام ہے۔ اس میں کرنا کچھ نہیں پڑتا بلکہ نہ کرنے کو تقوی کہتے ہیں یعنی کوئی ایسا کام نہ کرنا جس سے اللہ ناراض ہو اور بس۔

(2) استغفار کی پابندی قرآن نے بتایا ہے کہ اگر تم استغفار کرتے رہو گے تو اللہ تمہیں مال، اولاد، باغات، قوت اور طاقت سے نوازے گا۔ آدم و حوا نے کیا کچھ نہیں کر دیا تھا لیکن توبہ استغفار نے انہیں زمین کا وارث بنا دیا۔ یونس علیہ السلام کی توبہ نے انہیں نئی زندگی دے کر دوبارہ اسی منصب پر فائز کر دیا۔ انبیاء کرام معصوم ہونے کے باوجود بکثرت استغفار کرتے رہتے تھے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن مفلوک الحال افراد کو کثرت استغفار کا عمل بتایا تھا ان کے لیے مال اسباب سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا۔

(3) صلہ رحمی اپنے رشتہ داروں سے حسن سلوک ایک ایسی شے ہے کہ اس کی وجہ سے مال اور عمر میں برکت کی ضمانت دی گئی ہے۔ کوشش کرنی چاہیے کہ رشتہ داروں سے ہر ممکن حسن سلوک کیا جائے۔ بسا اوقات بندہ اپنی طرف

سے حسن سلوک کی کوشش کرتا ہے لیکن رشتہ دار کسی طورا کا موڈیٹ کرنے کو تیار نہیں ہوتے، ایسے میں ان کے لیے بکثرت دعا کی جائے تو یہ سب سے بڑھ کر حسن سلوک ہے

(4) خرچ کرنا قرآن بتا تا ہے کہ رزق کی تنگی اور کشائش اللہ کے ہاتھ میں ہے اور **ما انفقتم من شئ فھو یخلفہ** جو تم خرچ کرتے ہو اللہ اس کا متبادل تمہیں دیتا رہتا ہے۔ اپنے وسائل کے مطابق تنگی اور آسانی دونوں صورتوں میں بخل سے پرہیز لازم ہے اور اپنے آپ پر اپنے خاندان پر، احباب پر اور راہ خدا میں حسب توفیق خرچ جاری رکھنا چاہیے، اس سے رزق کے دروازے کھلتے ہیں۔

(5) صداقت اور دیانت کی پابندی بالخصوص کاروبار میں کسی مال کو فروخت کرنے کے لیے اس کی واقعی خوبیوں کا ذکر اور اس میں اگر کوئی خامی یا نقص ہے تو گاہک کو بتا دینا رزق میں وسعت کا باعث ہوتا ہے اللہ تعالیٰ سب کو خوش اور خوش حال فرمادے، آمین

☆......☆......☆

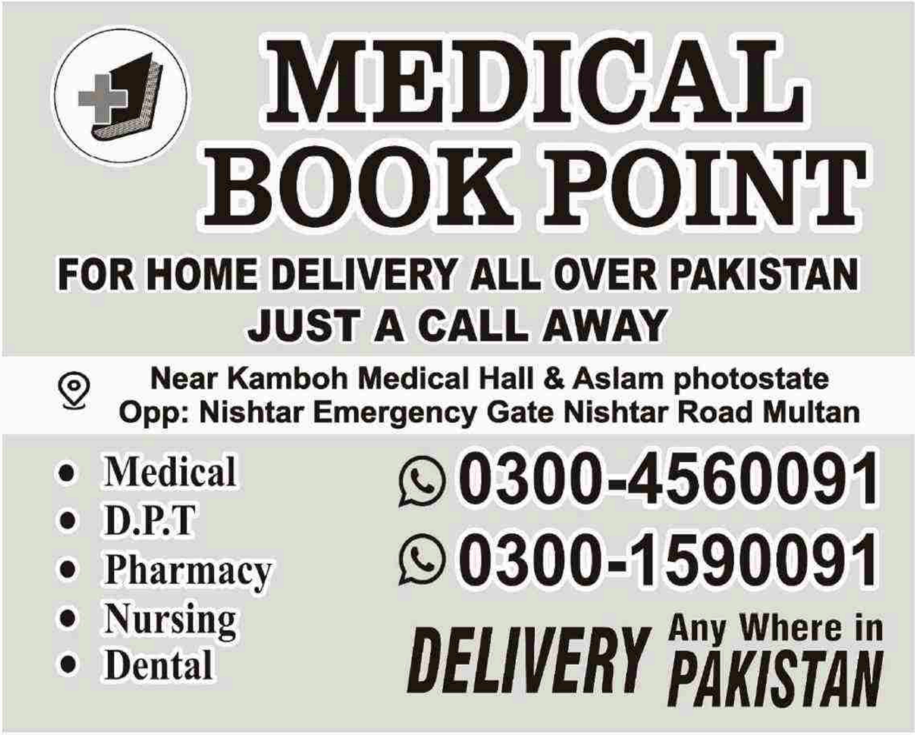

منظر انصاری

ختمِ نبوت

(ادبی تنظیم ''ہم زبان'' جدہ کے زیرِ اہتمام عالمی ختمِ نبوت مشاعرہ، 7راگست 2021ء میں پڑھی گئی)

امامت ہے ختم اور شہادت ہے ختم
رسالت ہے ختم اور نبوت ہے ختم

وہ جبریل جو تھے امیں، باوفا
جو پیغام لاتے تھے صبح و مسا
وحی کا جو تھا سلسلہ اک چلا
کہ بعد اس کے یعنی شریعت ہے ختم
رسالت ہے ختم اور نبوت ہے ختم

ہیں تسلیم کرتے بہ ایماں سبھی
محمد ہمارے نبی(صلی اللہ علیہ وسلم) آخری
نہیں بعد اس کے کوئی بھی نبی
کہ بعد اس کے یعنی قیادت ہے ختم
رسالت ہے ختم اور نبوت ہے ختم

ہے قرآن ترتیب سے سب پڑھا
اسی سے سبھی کو سبق ہے دیا
جسے کہتے ہیں نسخہء کیمیا
وہ لذت کہاں وہ حلاوت ہے ختم
رسالت ہے ختم اور نبوت ہے ختم

صحابہ نے محسوس کی چار سو
وہ پھیلی ہوئی جابجا، کوبکو
پسینے سے جس کے وہ آتی تھی بو
وہ خوشبو ہے ختم اور تراوت ہے ختم
رسالت ہے ختم اور نبوت ہے ختم

حبیب الرحمٰن بٹالوی

دعائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

(رسول اکرمؐ کی ہسٹری کو پڑھو تو اوّل تا بہ آخر   وہ آپ ثابت کرے گی اپنا عظیم ہونا، عجیب ہونا)

یہ اُس کا ایک حصہ ہے جو حج کے دوران، آپ صلی اللہ علیہ نے، اپنے اُونٹ پر بیٹھ کر عصر کی نماز سے لے کر غروب آفتاب تک دعا فرمائی۔ وقوف کی جگہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیر تک دعا فرمائی آج بھی میدان عرفات میں معروف و معین ہے۔ (کتاب، نبی رحمت، مصنف: سید ابوالحسن علی ندویؒ)

اے اللہ! تو سنتا ہے میری بات کو
تجھے علم ہے ظاہر باطن کا، جانتا ہے دن رات کو
دیکھتا ہے میری جگہ کو
مصیبت زدہ ہوں محتاج ہوں
پناہ جو ہوں، پریشان ہوں، فریادی ہوں، ہراساں ہوں
اعتراف کرتا ہوں گناہوں کا
منگتا ہوں، ہاتھ خالی ہوں، میں تیرے آگے سوالی ہوں
جیسے سوال کرتا ہے لاچار
تیرے آگے گڑگڑاتا ہوں جیسے گڑگڑاتا ہے گنہگار
خوف زدہ ہوں، آفت رسیدہ ہوں
ہاتھ پھیلاتا ہوں، سر جھکاتا ہوں
اُس شخص کی طرح جس کی گردن جھکی ہوئی ہو
چشم تر سے آنسو رواں ہو، جھکا ہوا رواں رواں ہو
تیرے سامنے اپنی ناک رگڑ رہا ہو
اے رب! تو اپنے سے دعا مانگنے سے ناکام نہ رکھ
اے سب مانگے جانے والوں سے بہتر اور سب دینے والوں سے برتر
تو رحیم ہے، کریم ہے۔ ذیشان ہے، مہربان ہے
میرے لیے ہو جا، ہمیشہ کے لیے رحم کرنے والا

ڈاکٹر عمر فاروق احرار

فتحِ قادیان سے فتحِ ربوہ (چناب نگر) تک کی تاریخی جدوجہد

برطانوی اِستعمار نے ہندوستان کی تحریک آزادی کو ناکام بنانے کے لیے قادیانیت کی بنیاد رکھی، چونکہ قادیانیت کی تخلیق کے بنیادی مقاصد میں انگریز سرکار کے لیے وفاداری کے جذبات پیدا کرنا، جذبۂ جہاد کی رُوح کا خاتمہ اور مسلمانوں میں مذہب کے نام پر نئے اِرتدادی فتنے کی ترویج تھی، اس لیے قادیانیت کی بنیاد رکھتے ہی مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریزوں کے ایما پر مرحلہ وار مجدد، مہدی اور نبوت کے دعوے کر کے اُمت مسلمہ میں انتشار و اِفتراق کا بیج بویا اور جہاد کے خلاف تحریروں کا آغاز کیا۔ مرزا قادیانی کے پُرفتن دعووں اور توہین رسالت پر مبنی لٹریچر نے مسلمانوں کے دینی جذبات کو مجروح کر دیا۔ مرزا قادیانی مشرقی پنجاب (انڈیا) کے ضلع گورداس پور کے قصبہ قادیان کا رہنے والا تھا۔ اِس لیے قادیانیوں کے نزدیک قادیان کو مقدس مقام کا درجہ حاصل تھا۔ مرزا قادیانی کے بعد حکیم نورالدین اُس کا جانشین بنا۔ جس کی موت کے بعد 1914ء میں مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر الدین کے قادیانی جماعت کی سربراہی سنبھالتے ہی قادیان میں اُس کی آمرانہ حکومت قائم ہوگئی اور غیر قادیانیوں خصوصاً مسلمانوں پر زندگی تنگ کر دی گئی۔ مسلمانوں کو سماجی بائیکاٹ اور ظلم و تشدد کے حربوں سے اس قدر زِچ کر دیا گیا تھا کہ اُن کے لیے قادیانیت قبول کر لینے یا قادیان چھوڑ دینے کے سوا کوئی تیسرا راستہ باقی نہ رہا تھا۔

مجلس احرار اسلام کے رہنما تحریک کشمیر (31-1930ء) کے اجراء اور اُس کے نتیجے میں قید و بند سے آزاد ہوئے ہی تھے کہ اُنہی دنوں قادیان کے مظلوم مسلمانوں نے اُنہیں دادرسی کی درخواست اور وہاں کے دردناک حالات وواقعات پر مشتمل ایک خط ارسال کیا۔ افسوسناک واقعات سے آگاہی پا کر احرار رہنماؤں میں اضطراب کی شدید لہر دوڑ گئی اور اُنہوں نے میدان میں اُترنے کا فیصلہ کر لیا۔ فروری 1934ء میں مولانا عنایت اللہ چشتیؒ کو قادیان میں بحیثیت احرار مبلّغ تعینات کر کے وہاں دفتر احرار کھول دیا گیا۔ یہ قادیان کی تاریخ میں پہلی بار کسی مسلمان جماعت کا قادیانی جماعت کے مقابل آنے اور قادیان میں ڈیرہ لگانے کا جرأت مندانہ فیصلہ تھا۔ مجلس احرار اسلام نے ختم نبوت کے تحفظ، قادیانیت کے طلسم کو توڑنے اور اُس کے منفی اثرات کے خاتمے کے لیے 13 / جون 1934ء میں جماعت کا ایک غیر سیاسی شعبہ ''شعبۂ تبلیغ'' کے نام سے قائم کیا۔ جس کے بعد احرار رہنماؤں نے 21، 22، 23 / اکتوبر 1934ء کو قادیان میں تاریخ ساز تین روزہ آل انڈیا احرار ختم نبوت کانفرنس کے انعقاد کا جرأت مندانہ فیصلہ کیا۔ جسے ہندوستان بھر کے تمام دینی طبقات میں سراہا گیا۔ قادیان، ایک قادیانی ریاست کے طور پر پہچانا جاتا تھا۔ جس

کے کار پرداز قادیانیوں کو انگریز حکام کی مکمل پشت پناہی حاصل تھی۔ وہاں قادیانیوں کے بارے میں کچھ کہنے کی جسارت کرنا، گردن زدنی کے مترادف تھا۔ متعدد علماء کرام تحفظ ختم نبوت کی پاداش میں قادیانیوں کے ہاتھوں پٹ چکے تھے۔ ظلم اور وحشت کی اس فضا میں قادیان میں ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد بہت جرأت آزما اور بڑے دل گردے کا کام تھا۔ قادیان مرزائی خاندان کا ملکیتی قصبہ تھا۔ اپنے علاقہ میں وہ ایسی کانفرنس کا منعقد ہونا کیسے برداشت کر سکتے تھے؟ اِس لیے کانفرنس کے لیے متعینہ جگہ کے گرد قادیانیوں نے چاردیواری تعمیر کردی۔ آخر کار قادیان کی غربی سمت آریہ ہندوؤں کے قائم کردہ ایک سکول کی کئی ایکڑ پر مشتمل وسیع اراضی کو کانفرنس کے لیے منتخب کر لیا گیا۔ احرار ختم نبوت کانفرنس کا شہرہ برصغیر کے کونے کونے تک پہنچ چکا تھا۔ مسلمانوں کی اپنے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور اُن کے ناموس پر مر مٹنے کا جذبہ دیدنی تھا۔ ہندوستان کے ہر علاقے بالخصوص پنجاب میں کہ جہاں سے قادیانیت نے جنم لیا تھا، مسلمانوں کا جوش و جذبہ اپنے عروج پر تھا۔ ہندوستان کے کونے کونے سے مسلمان قادیان پہنچ رہے تھے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق 2 لاکھ سے زیادہ ختم نبوت کے پروانوں نے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کی حفاظت کے عزم کے لیے کانفرنس میں شرکت کی۔ ہندوستان کے نامور علماء کرام اور مشائخ عظام کی بڑی تعداد ختم نبوت کانفرنس میں شریک ہوئی۔ جن میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا ظفر علی خان، مولانا مظہر علی اظہر، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، صاحبزادہ سید فیض الحسن، مفتی عبدالرحیم پوپلزئی، مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا قاری محمد طیب، مولانا سید ابو الحسنات محمد احمد قادری، مولانا عبدالکریم مباہلہ رحمہم اللہ تعالیٰ، سمیت احرار کے تمام مرکزی قائدین شامل تھے۔ کانفرنس حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی صدارت میں ہوئی۔ جس میں آپ نے تاریخی تقریر فرمائی۔

مجلس احرار اسلام کے قادیان میں فاتحانہ داخلے اور ختم نبوت کانفرنس کی تاریخی کامیابی نے مسلمانانِ ہند کے اذہان و قلوب پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ کانفرنس کا ایک منفرد نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لوگ جو قادیانیوں کے کفریہ عقائد سے ناواقفیت کی بناء پر اُنہیں مسلمانوں میں شامل سمجھتے تھے اور مسئلہ ختم نبوت کو محض ''احراری، احمدی تنازع'' اور مسلم گروہوں کا فرقہ وارانہ جھگڑا خیال کرتے تھے، احرار مقررین کے مضبوط دلائل سے متاثر ہوئے، نیز تمام مکاتب فکر کے رہنماؤں کو ایک ہی سٹیج پر براجمان اور ختم نبوت کے یک نکاتی ایجنڈے پر متحد دیکھ کر قادیانیت کے خلاف اُن کے عقائد میں مزید پختگی پیدا ہوگئی۔ بالخصوص جدید تعلیم یافتہ مسلمان قادیانیوں کی سازشوں سے باخبر ہوگئے۔ جبکہ قادیان کے مسلمانوں کو بہت حوصلہ ملا کہ اب قادیانیوں کے خلاف سینہ سپر ہونے میں سارے ہندوستانی مسلمان اُن کے پشت پناہ ہیں۔ دوسری طرف کانفرنس کے موقع پر سولہ قادیانی مشرف با اسلام ہوئے، جبکہ اس تاریخی اجتماع کے انعقاد سے

قادیانی فرعونیت کے غبارے سے ہوا نکل گئی اور احرار کے قادیان میں فاتحانہ داخلے سے تشدد پسند قادیانیوں پر یہ واضح ہو گیا کہ ظلم و دھونس سے مقامی مسلمان آبادی کو مزید دبائے رکھنا ممکن نہیں رہا، کیونکہ اب قادیانیوں کے مقابلے میں قادیان کے نہتے اور مظلوم مسلمان ہی نہیں، بلکہ مجلس احرار اسلام جیسی ملک گیر دائرۂ عمل اور تنظیم رکھنے والی جماعت آ چکی تھی۔ جس کے مقابل آنا اب قادیانیوں کے لیے لوہے کے چنے چبانے کے مترادف تھا۔

غرض یہ کہ قادیان میں احرار کے فاتحانہ داخلے، ختم نبوت کانفرنس کے انعقاد اور بعد میں مجلس احرار کے زیر انتظام مرحلہ وار مسجد ختم نبوت، مسجد احرار اور مدرسہ جامعہ محمدیہ کی تعمیر اور قادیان کے غریبوں کے لیے دیسی کھڈیوں اور سکول کے قیام وغیرہ جیسے اقدامات سے وہاں کے مسلمان، قادیانیوں کے مقابلے میں مضبوط ہوتے گئے اور قادیانیت کا مکروہ چہرہ انصاف پسند حلقوں پر مزید واضح ہوتا گیا۔ قادیانیت کے بے نقاب ہونے سے مسلمانوں کے تمام طبقات بالخصوص جدید تعلیم یافتہ طبقے پر قادیانیت کے اصل خدوخال واضح ہوئے اور اُس کے نتیجہ میں علامہ اقبالؒ جیسی عظیم قومی شخصیت کے قلم سے قادیانیوں کے خلاف مضامین نکلے۔ جن کی بدولت قادیانیت کی اصل تصویر جدید تعلیم یافتہ طبقہ پر آشکار ہوتی چلی گئی۔

پاکستان بنا تو قادیانی ملک پر اقتدار کے خواب دیکھنے لگے۔ وہ بلوچستان کو قادیانی صوبہ بنانے کے درپے ہوئے۔ سر ظفر اللہ قادیانی کے وزیر خارجہ بننے کی وجہ سے ہر محکمہ پر اُن کی حکم رسانی کا سکہ چلنے لگا اور قادیانی تبلیغ و تحریص کا سلسلہ عام ہوتا چلا گیا۔ انگریز گورنر پنجاب مسٹر سر فرانسس موڈی کی نظر کرم سے قادیانیوں کو چنیوٹ کے قریب وسیع اراضی الاٹ کر دی گئی۔ جس پر انہوں نے اپنا ارتدادی مرکز ''ربوہ'' (موجود چناب نگر) قائم کر لیا۔ مجلس احرار اسلام نے مسلمانوں کے ایمان کے تحفظ، پاکستان کی سلامتی اور ارتداد کی روک تھام کے لیے حکومت کے سامنے تین مطالبات پیش کیے: قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے، سر ظفر اللہ کو وزارت سے برطرف کیا جائے اور تمام کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو ہٹایا جائے، مگر حکمرانوں نے امریکہ کی ناراضی کا عذر پیش کر کے مسلمانوں کے ان جائز مطالبات کو ماننے سے انکار کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں مجلس احرار اسلام کی دعوت و میزبانی میں 1953ء تحریک تحفظ ختم نبوت چلائی گئی۔ حاکمانِ وقت نے پرامن تحریک کے دس ہزار مسلمانوں کو گولیوں سے بھون دیا۔ تحریک کو ریاستی تشدد سے وقتی طور پر دبا دیا گیا، لیکن تحفظ ختم نبوت کی چنگاری سلگتی رہی۔ بالآخر خونِ شہیداں رنگ لایا۔ جانگسل جدوجہد اور بے مثال قربانیوں کے تسلسل کے بعد بالآخر 7 ستمبر 1974ء کو پاکستان کی پارلیمنٹ نے قادیانیوں کے کفر و ارتداد کے بارے میں قرآن و حدیث کے فیصلے کی توثیق کر دی اور بالاتفاق اُنھیں آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا، جو دراصل قادیان سے شروع ہونے والی مسلمانوں کی اس بے مثال تاریخی جدوجہد کا منطقی نتیجہ تھا۔ درحقیقت اخلاص اور ایمانی غیرت سے آغاز پانے والے اقدامات ایسے ہی شاندار نتائج اور دُور رَس اثرات سے ہم کنار ہُوا کرتے ہیں۔

اس تاریخی کامیابی کے بعد مجلس احرار اسلام نے قادیان کی طرح قادیانیوں کے مرکزِ ثانی ربوہ (اب چناب نگر) میں فاتحانہ داخلہ کے بعد 27/فروری 1976ء میں مسلمانوں کی پہلی مسجد ''جامع مسجد احرار'' کا سنگ بنیاد رکھا۔ یہ سعادت فرزندانِ امیر شریعت قائد احرار، جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری، مولانا سید عطاء المحسن بخاری، مولانا سید عطاء المؤمن بخاری اور مولانا سید عطاء المہیمن بخاری رحمہم اللہ تعالیٰ کی جرأت مند قیادت میں ہزاروں سرخ پوش کارکنانِ احرار کے مقدر میں آئی۔ چناب نگر میں مدرسہ ختم نبوت قائم کیا گیا۔ عصری تعلیم کے لیے بخاری ماڈل ہائی سکول کا قیام عمل میں لایا گیا۔ مسلمانوں کے علاج معالجہ کے لیے مسلم ہسپتال کی بنیاد رکھی گئی۔ سالانہ شہدائے ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ 12,11/ربیع الاول کو سالانہ احرار تحفظ ختم نبوت کانفرنس اور دعوتِ اسلام ریلی کی داغ بیل ڈالی گئی۔ قادیانیوں کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے شعبۂ دعوت وارشاد قائم کیا گیا، جس کی محنت سے متعدد قادیانی اسلام کی آغوش میں آچکے ہیں۔ چناب نگر میں احرار کے فاتحانہ داخلہ اور مرکز کے قیام کے بعد ہماری دیگر دینی جماعتوں کو بھی یہاں کام کرنے کا موقع ملا۔ جس کی بدولت اب چناب نگر میں تحفظ ختم نبوت کا کام زور وشور سے جاری ہے۔ الحمدللہ! قائد احرار مولانا سید محمد کفیل بخاری مدظلہ امیر مجلس احرار اسلام پاکستان کی ولولہ انگیز قیادت میں تحفظ ختم نبوت کی مقدس جدوجہد جاری ہے۔ ملکی ومقامی سطح پر منکرین ختم نبوت کی سرگرمیوں کے سدباب کے لیے مجلس احرار اسلام ہراول دستہ کا کام انجام دے رہی ہے۔ مسلمانوں کو عقیدۂ ختم نبوت اور قادیانی سازشوں سے آگاہ کرنے کے لیے ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت''، ملتان اور ''فہم ختم نبوت خط کتابت کورس'' جاری ہے۔ احرار کی ویب سائٹ www.ahrar.org.pk کو فعال کیا گیا ہے۔ جس کے ذریعے عقیدۂ ختم نبوت اور تاریخ تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے بہترین کتب مسلسل اپ لوڈ کی جائیں گی۔ قادیانیوں کی سرگرمیوں کو بے نقاب کرنے کے لیے /www.ahmadiyyawatch.com پر کام جاری ہے۔ غرض کہ کاروانِ تحفظ ختم نبوت اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہے اور پوری دنیا میں ختم نبوت کا پھریرا لہرانے کے عزم سے اپنی قوتیں صرف کر رہا ہے۔ ان شاء اللہ منکرین ختم نبوت منہ کی کھائیں گے اور ختم نبوت کا علم ہمیشہ بلند سے بلند تر ہوتا چلا جائے گا۔

اسلام ہو پھر غلغلہ انداز جہاں میں
احرار کی یلغار پہاڑوں کو ہلا دے

☆......☆......☆

مفکرِ احرار چوہدری افضل حق رحمہ اللہ قسط نمبر ۱۸

تاریخ احرار

فیصلہ (نومبر ۱۹۳۵ء):

مقدمہ کے تمام پہلوؤں پر نظر غائر ڈالنے اور سامعین پر مرافعہ گزار کی تقریر کے اثرات کا اندازہ کرنے سے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مرافعہ گزار تعزیرات ہند دفعہ ۱۵۳ کے ماتحت جرم کا مرتکب ہوا ہے اور اس کی سزا قائم رہنی چاہیے۔ مگر سزا کی سختی و نرمی کا اندازہ کرتے وقت ان واقعات کو پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہے جو قادیان میں رونما ہوئے۔ نیز یہ بات نظر انداز کیے جانے کے قابل نہیں کہ مرزا نے خود مسلمانوں کو کافر، سور اور ان کی عورتوں کو کتیوں کا خطاب دے کر ان کے جذبات کو بھڑکایا۔ میرا خیال یہی ہے کہ اپیلانٹ کا جرم محض اصطلاحی تھا چنانچہ میں اس کی سزا کو کم کر کے اسے تا اختتام عدالت قید محض کی سزا دیتا ہوں۔

دستخط

جی۔ ڈی۔ کھوسلہ سیشن جج گورداسپور۔ ۶ جون ۱۹۳۵ء

یہ فیصلہ مسلمانوں کی دینی حس اور فطرتی صلاحیتوں کو بیدار کرنے کا باعث ہوا گویا ایسی بہار آئی کہ دلوں کے کنول کھل گئے۔ اہل حق نے اس فتنے کو اصلی رنگ میں دیکھ لیا۔ اور دوسروں کو خبر دار کرنے لگے۔ علامہ سر محمد اقبال ذہنی طور سے احرار تھے۔ انھیں مرزائیوں کے عزائم میں اسلام کے لیے خطرہ نظر آتا تھا۔ وہ مرزائیوں کی اسلام دشمنی کے اوّل سے قائل تھے اور کبھی آنکھوں میں جگہ نہ دیتے تھے۔ کشمیر کمیٹی کے صدر مرزا بشیر الدین تھے، وہ ضرور ممبر ہو گئے تھے لیکن یہ کیفیت اضطراری تھی۔ وہ فوراً سنبھل کر کشمیر کمیٹی کی تخریب میں لگ گئے اور احرار کی تنظیم کی ہر طرح حوصلہ افزائی کرنے لگے۔ عرف عام میں ان کے مرزائی شکن بیانات نے تعلیم یافتہ طبقے پر گہرا اثر کیا اور ہوا کا رخ بالکل ادھر سے اُدھر پھر گیا۔ مرزا سر ظفر علی سابق جج پنجاب ہائی کورٹ معاملات دین میں پڑے تھے۔ انھوں نے اپنے اعلان میں خدا لگتی بات کہی کہ نبوتوں کی بنا پر قومیں الگ الگ شمار ہوتی ہیں۔ جب مرزائیوں نے اپنا نیا نبی مان لیا۔ تو وہ لازمی طور سے مسلمانوں سے الگ ہو گئے غرض مرزائیوں کے لیے دنیا تنگ ہو گئی۔ مولانا ثناء اللہ اور مولانا ظفر علی خان نے مرزائیت کے خلاف ضرور محاذ قائم کیا۔ ان کا سب کو ممنون ہونا چاہیے مگر وہ ''سونار'' کی تھیں اب ''لوہار'' کی پڑنے لگیں تو مرزائی

بوکھلا گئے ''مُلاّ کی دوڑ مسجد تک'' اور ''مرزائیوں کی دوڑ انگریزی سرکار تک'' جوں جوں عوام کی ہمدردیاں احرار سے زیادہ ہوتی جاتی تھیں توں توں سرکار اور احرار کے تعلقات اور کشیدہ ہوتے جاتے تھے۔

جناب الیاس برنی کی مرزائی قلعے پر گولہ باری کے سلسلے میں خدمات کا اعتراف نہ کرنا ناشکر گزاری ہوگی۔ انھوں نے ''قادیانی مذہب'' شائع کر کے قادیانی مرزائیوں کے بدنما چہرہ سے ریاکاری کا نقاب بالکل ہی الٹ دیا ہے۔ کتاب کی ترتیب میں اپنی رائے سے متاثر کرنے کی ذرہ بھر کوشش نہیں کی گئی بلکہ مرزائیوں کی مستند کتابوں کے حوالہ جات ہی کو اس طرح ترتیب دیا ہے کہ کتاب ردِّ مرزائیت کا کارگر نسخہ بن گئی ہے۔ جو طرز اس کتاب میں برنی صاحب نے اختیار کیا وہ بالکل اچھوتا ہے اور ایسا دل نشین ہے کہ ہزاروں مسلمانوں کو گمراہی سے بچانے کا باعث ہوا۔ غرض مرزائیت کی بیخ کنی کے بہت سے اسباب فراہم ہوگئے۔ من جملہ ان کے مولانا عبدالکریم مباہلہ کی احرار میں شمولیت تھی۔ یہ کفر کے آسمان کا ٹوٹا ہوا ستارہ قادیانیوں کے جراثیم سے مسلمانوں کو محفوظ کرنے کے کام آرہا تھا۔ مولوی عبدالکریم رازدارِ خلافت تھا۔ خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کی بدعنوانیوں کو دیکھ کر قادیانی مذہب سے برگشتہ ہوا۔ قادیان سے جان بچا کر بھاگا، اس بھاگ دوڑ میں حاجی محمد حسین صاحب ساکن بٹالہ، مرزا بشیر الدین کے ایک مرید کے ہاتھوں شہید ہوگئے اور مولانا عبدالکریم بچ نکلے۔ مولانا موصوف نے عدالت میں حلفی بیان دیا کہ وہ خود آخر تک مخلص تھے لیکن بعض دوسرے لوگوں سے الزامات انھوں نے سنے اور تحقیق کر کے انھیں سچا پایا، اس وجہ سے الگ ہوگئے۔ مولانا کے سارے خاندان نے قادیانیوں کے ہاتھوں سخت تکالیف اٹھائیں۔ اخبار مباہلہ بند کرنا پڑا، جیل بھگتی......مگر مرزائیوں کا ناطقہ بند کر کے چھوڑا۔ شاید ہی کسی نے کسی سے ایسا کامیاب انتقام لیا ہو جیسا کہ مباہلہ والوں نے لیا۔ آج ان کی آنکھوں کے سامنے مرزائیت بے توقیر ہے۔ آج مرزائیوں پر بے بھاؤ کی پڑ رہی ہیں۔ علماء ہی نہیں بلکہ مسلمان عوام بھی مرزائیوں کے نام سے بیزار ہیں۔

شہید گنج کی گونج:

ہاں یہ سچ ہے کہ مرزائیوں کی نامقبولیت کا ذمہ دار انگریزی سرکار نے احرار کو ٹھہرایا اور بقول مرزا غلام احمد احمدیت برٹش حکومت کا خود کاشتہ پودا تھی۔ اس کو خشک ہوتے دیکھ کر حکومت کا خون خشک ہوتا تھا۔ چنانچہ سوچ بچار کے بعد یہ اعلان کیا کہ قادیان میں نماز جمعہ پڑھانے باہر سے کوئی عالم نہ آئے۔ خیال یہ تھا کہ کہیں علاقے سے قادیانی اثر ورسوخ کم نہ ہو جائے۔ ایک ہی فریق کی تبلیغ کے دروازے کھولنا اور دوسروں پر یہ دروازے بند رکھنا انصاف نہ تھا، مگر محبت میں انصاف کے تقاضوں کو کون پورا کرتا ہے۔ لیکن ایسے احکام کھلے طور پر احرار کے بڑھے

ہوئے اثرورسوخ کی دلیل تھی۔ درمیان میں ایک واقعہ ایسا بھی رونما ہوا جس سے حکومت کے حواس اور پراگندہ سے ہوگئے۔ مجلس احرار نے ایک نومسلم بیرسٹر خالد لطیف گابا کو جو سابق وزیر لالہ ہرکشن لعل کا فرزند تھا، اپنی طرف سے امیدوار کھڑا کیا۔ مسلمانوں کے سرکار پسند اعلیٰ طبقے نے خان بہادر حاجی رحیم بخش صاحب سابق سیشن جج کو مقابلے کے لیے کھڑا کیا مگر انھیں ناکامی ہوئی۔ اس انتخابی شکست سے حکومت کو احرار کی طاقت سے بجا طور پر خوف معلوم ہوا۔ پنجاب کو ہندوستان کی سیاسیات میں خاص درجہ حاصل ہے حکومت کے اپنے عزائم اور منصوبے اسی ایک خطے سے وابستہ تھے۔ حکومت نہ چاہتی تھی کہ احرار برسراقتدار آجائیں۔ اور انگریزی سرکار کو بیچ بازار للکاریں۔ اور آڑے وقت میں اڑیل ٹٹو بن جائیں۔ ان بے جا احتمالات کے پیش نظر حکومت کا احرار کے مٹانے پر کمربستہ ہوجانا دلیل دانائی تھی۔

اسی زمانے میں احرار نے میاں سرفضل حسین کو جو بساط سیاست کے کامیاب کھلاڑی تھے، جن کی چالیں بے حد گہری اور جن کی تدبیریں بہت مؤثر ہوتی تھیں، ناراض کرلیا بلکہ اس کے خلاف ایک محاذ قائم کیا۔ سرظفر اللہ کو میاں سرفضل حسین نے یہاں تک نوازا کہ اس کی سفارش حکومت ہند تک کی۔ حکومت ہند گویا اس سفارش کی منتظر ہی تھی۔ مرزائیت کا حکومت انگریز سے جو تعلق ہے اس پر مزید بحث کی ضرورت نہیں۔ حکومت ہند کے ایگزیکٹو کونسلر کے عہدہ پر ایک مرزائی ظفر اللہ کا تقرر تو درحقیقت انگریز کے خود کاشتہ پودے کی آبیاری تھی۔ مگر احرار کو صدمہ یہ تھا کہ میاں صاحب جیسے بالغ النظر شخص نے دیکھ کر قادیانی مکھی کیسے نگلی؟ ادھر میاں صاحب کی مجبوری یہ تھی کہ سرسکندر حیات خاں کے تیور بے حد بگڑے نظر آتے تھے۔ وہ سرسکندر حیات کے گروپ کے مقابلے میں اپنے ونگ کو مضبوط کرنے میں مصروف تھے۔ ایسی مصروفیتوں میں بعض اوقات غلطیاں ہوجاتی ہیں۔ یہ فاش غلطی ہوگئی اب وہ غلط قدم واپس کیا لیتے؟ پھر انھوں نے اسے اپنے وقار کا سوال بنالیا۔ مرزائیوں کی مخالفت احرار کی تبلیغ کا اہم جزو تھا۔ انھوں نے میاں صاحب کو للکارا۔ اس طرح احرار نے ہندوستان کے مضبوط ترین مدبر کو اپنا بیری بنالیا۔ لیکن اس زمانے میں احرار کا بول بالا تھا۔ کسی مخالف کی کچھ پیش نہ جاتی تھی۔ مگر سب گھات میں تھے کہ موقعہ پائیں تو چاروں شانے چت گرائیں۔ احرار کا جتنا نام تھا اسی نسبت سے مخالف خار کھا رہے تھے۔

ہمارے دوستوں کا وہ طبقہ جسے میں نے اوائل باب میں طبقہ اولیٰ قرار دیا تھا جو اپنی امیدیں کانگرس سے وابستہ سمجھے ہوئے تھے، کباب سیخ ہو رہا تھا۔ راولپنڈی میں کچھ پخت وپز ہوئی۔ مولانا ظفر علی خاں ان کے سرگردہ چنے گئے۔ مولانا لائل پور احرار کانفرنس پر آئے تو خلاف توقع قادیانیوں کے خلاف احرار کے محاذ بنانے پر برسے۔ جس نے سنا تعجب کیا کہ مولانا کی عمر بھر کی خدمات اسلامی کا طول وعرض تو یہی مرزائیت کی مخالفت ہے۔ یہ اب احرار پر

اچانک حملہ آور کیوں ہوئے؟ اس پر کسی نے تقریر میں اسی خیال کا اظہار کیا۔ اس پر مولانا بگڑے اور کانفرنس سے ناراض چلے آئے۔

ابھی ہم لائل پور میں تھے کہ دوسرے دن لاہور سے اطلاع ملی کہ سکھوں نے شہید گنج کو گرانا شروع کر دیا ہے۔ مولانا مظہر علی صاحب لاہور میں تھے۔ ان سے معلوم کر کے اطمینان ہوا کہ حالات پر قابو پا لیا گیا۔ اور مولانا نے مسلمانوں کو مناسب ہدایات دی ہیں غرض احرار مطمئن سے ہو گئے۔

میں اور مولانا مظہر علی شملے کونسل کی ایک سب کمیٹی میں شامل ہونے چلے گئے۔ یک بیک ہمیں شملے میں معلوم ہوا کہ لاہور میں حالات بگڑ گئے ہیں ہم دونوں لاہور پہنچے حالات اشتعال انگیز تھے۔ مگر پولیس کے چوکی پہرے لگے ہوئے تھے کیوں کہ رات مسجد شہید گنج شہید کر دی گئی تھی۔ آتے ہی حالات معلوم کیے تو پتہ چلا کہ ہر خیال کے مسلمانوں کی مجلس میاں عبدالعزیز بیرسٹر کے مکان پر بلائی جا چکی ہے اور بڑے بڑے مفتی اور صاحب اثر حضرات اس میں شامل ہیں۔ مسجد کا معاملہ سب مسلمانوں کا مشترکہ تھا اسے پارٹی کا سوال بنانا خلاف دانش تھا۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ ایک مضبوط جماعت اس کام کو سرانجام دینے کے لیے بنائی جا چکی ہو لیکن اندر ہی اندر ہمارے خلاف زہر پھیلانی شروع کر دی گئی۔ حالاں کہ اس عرصہ میں مولانا ظفر علی خاں صاحب سے فاش غلطیاں ہوئیں۔ انھوں نے جلسہ عام میں عدالتی طور پر انہدام مسجد کے سلسلے میں حکم امتناعی حاصل کرنے کا مسلمانوں کی طرف سے اختیار حاصل کیا۔ لیکن عدالت کا دروازہ نہ کھٹکھٹایا بلکہ ڈپٹی کمشنر کے وعدے پر اعتماد کر لیا۔ اور اس طرح مسلمانوں کو قانونی طاقت سے محروم کر دیا۔ مسلمانوں کو قانونی طور پر بے بس کر کے شرارت پسند سکھوں اور ان کی امداد کرنے والی قوتوں کو مسجد کے شہید کرنے کا موقع مہیا کر دیا۔ پھر سکھ لیڈر مسلمانوں سے مسجد کے معاملہ میں باعزت سمجھوتے کے خواہاں تھے مگر مولانا ظفر علی خان نے اسلام کے مفاد کے خلاف صاف انکار کر دیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو مسجد انہدام سے بچ جاتی لیکن ان کے ذہن میں بھی بات ان کے دوستوں نے ڈالی تھی کہ کوئی کارنامہ ایسا کر کے دکھاؤ کہ احرار مات کھا جائیں۔ ان کے پیش نظر مسجد کو بچانا نہ تھا بلکہ احرار کو گرانا تھا۔ اس لیے سرکاری درباری لوگوں نے بھی مولانا کی ہر قدم پر حوصلہ افزائی کی۔ کیوں کہ احرار کا عروج ان کی موت تھا۔ اپنی زندگی کے لیے وہ احرار کو مارنا ضروری سمجھتے تھے۔ سرمایہ دار جماعتوں کا عروج سرمایہ دار برداشت کر لیتے ہیں لیکن غریبوں کا اقبال سرمایہ داری کا خاتمہ ہے۔ یہ دنیادار ایمان بیچ کر مفلسوں کا خون نچوڑ کر دولت جمع کرتے ہیں۔ اور اس کے ذریعے لوگوں میں اثر و رسوخ بڑھاتے ہیں۔

مسجد شہید اور حکام:

حکام جو صوبے کے امن کے ذمہ دار تھے۔ ان کی پوزیشن اور بھی مضحکہ خیز تھی۔ اگر وہ صاف طور پر ارادہ کرتے تو مسجد کو انہدام سے بچا سکتے تھے۔ کیا کوئی قوم حکومت کے اقتدار سے باہر تھی؟ حکومت انگریزی کو اپنے اثر اور طاقت پر ناز رہا ہے۔ حکومت نے نہ صرف متکبرانہ لاپروائی برتی بلکہ شرارت پسندوں کو مواقع اور سہولتیں بہم پہنچائیں۔ کیا حکومت خود مسجد کو پولیس اور فوج کے ذریعے محفوظ نہ کر سکتی تھی؟ کیا یہ واقعہ نہ تھا کہ باوجود سکھ ڈیپوٹیشن کے گورنر پنجاب سر ہربرٹ ایمرسن کو یقین دلانے کے کہ ان کا ارادہ مسجد گرانے کا نہیں پھر بھی مسجد کو محفوظ نہ کیا گیا؟ گوردوارہ پر بندھک کمیٹی کی ورکنگ کمیٹی گورنر سے کیے گئے وعدہ کی تصدیق کرنے کے لیے جمع ہوئی تھی کہ انھیں اطلاع ملی کہ مسجد راتوں رات منہدم ہوگئی۔ پر بندھک کمیٹی نے پھر بھی منہدم کرنے والوں کو باز رکھنے کے لیے سردار منگل سنگھ ایم۔ ایل۔ اے کو بھیجا۔ مگر حکام نے انھیں مسجد شہید تک جانے سے روک دیا تا آنکہ مسجد ہموار کر دی گئی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسی مضبوط عمارت رات بھر میں کیسے شہید کر دی گئی کہا گیا کہ سرکاری کرین استعمال ہوئی۔ پھر حکومت نے سوچا کہ ہم تو پھنس گئے پھر کہا گیا کہ کرین نہیں ونچ استعمال ہوئی۔ اور یہ ونچ گوجرانوالے کے فلاں سکھ ٹھیکیدار کی تھی۔ تعجب ہے کہ اس ٹھیکیدار نے اعلان کر دیا کہ مجھے ناحق بدنام کیا جا رہا ہے نہ میری ونچ استعمال ہوئی نہ میں ان دنوں لاہور گیا۔ نہ انہدام میں میرا کوئی ہاتھ ہے غرض حکومت کا کیس ایسا کمزور تھا کہ اگر مسلمان بروئے انصاف ساری ذمہ داری حکومت پر ڈالتے تو وہ دو قوموں میں باعزت سمجھوتہ کرا دیتی۔ لیکن حکومت کے لگے بندھوں کو حکومت کا پریشانی میں ڈالنا منظور نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت کا قانون سکھوں کا طرف دار ہوگیا۔ اعلیٰ طبقہ بلوں میں گھس گیا۔

طبقہ اولیٰ کی شرارت:

مولانا ظفر علی خان ہندوستان کی سیاست میں متلون مزاجی اور بے سود ہنگامہ آرائی کا مظہر رہا ہے۔ اس کے اس وقت کے ساتھی وہی طبقہ اولیٰ تھا، یعنی مولانا عبدالقادر قصوری، ڈاکٹر محمد عالم وغیرہ جانتے تھے کہ یہ ہنگامہ قوم کی رسوائی ہے، مگر میاں عبدالعزیز صاحب بیرسٹر کے مکان پر اکٹھے ہوئے، بولے احرار کو کچھ کرنا چاہیے۔ تمام حالات پر بحث کر کے وہ یہ بات مان گئے کہ صورت حال ایسی نہیں جس کا آسانی سے فیصلہ ہو سکے۔ اس لیے فیصلہ ہوا کہ کسی اور تاریخ پر اکابرین قوم کو جمع کر کے استصواب کیا جائے کیوں کہ یہ مسئلہ سول وار تک لے جانے والا ہے۔ اسی جگہ یہ بھی فیصلہ ہوا کہ دوسرے دن جو جلسہ عام ہونے والا ہے اس میں احرار شریک نہ ہوں اسے مولانا ظفر علی خان اور ان کے ساتھی بھگتا۔ لیں اب تک بھی ہم اس گروہ کے عزائم سے نا آشنا تھے۔ لیکن اس گفتگو میں، میں مولانا عبدالقادر

صاحب کے طرزِ عمل سے بڑا پریشان ہوا۔ وہ خود رہنمائی نہ کرنا چاہتے تھے۔ مگر احرار پر زور دیتے تھے کہ وہ کچھ کریں۔ اور وہ یہ بھی مانتے تھے کہ احرار کا اقدام قوم کے لیے خطرات کا باعث ہوگا۔ بہر حال ہم اس پر پیچ مسئلے کو ایک بڑے اجتماع کی رائے کے مطابق حل کرنے پر مطمئن تھے۔ دوسرے روز عام جلسہ تھا یک بیک مولانا ظفر علی خان کو رقعہ آیا کہ جلسہ میں نہ جایئے۔ اتنے میں مولانا سید حبیب جوان دنوں مولانا ظفر علی خان کے زیرِ ہدایت کام کر رہے تھے آئے اور انھوں نے مولانا اختر علی خان کے خلاف سخت بے اعتمادی کا اظہار کیا۔ وہ چلے گئے تو ہم ایسی بداعتمادی کی فضا میں کام کرنے کی مشکلات پر غور کر رہے تھے کہ معلوم ہوا کہ ملک لعل خان صاحب نے جلسہ میں نیا گل کھلایا۔ لوگوں کو ہمارے خلاف جھوٹ بھڑکایا۔ اس واقعہ کے بعد تو گویا ہمارے خلاف منظّم جھوٹ کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ کبھی کہا گیا کہ احرار مسجد کو سکھوں سے لینے کے حق میں نہیں ہیں۔ کبھی کہا گیا کہ وہ گورنمنٹ کے ہتھے چڑھ گئے۔ عوام کو اندر ہی اندر بھڑکایا گیا۔ بالآخر حکومت نے مولانا ظفر علی، ملک لعل خان، سید حبیب وغیرہ کو نظر بند کر لیا۔ پھر تو اخبار زمیندار نے نت نیا جھوٹ تصنیف کرنے کا معمول کر لیا۔ سرکاری فریق نے اندر ہی اندر مسلمانوں کو ابھارا کہ اگر کوئی اقدام کرو تو مسجد ضرور مل جائے گی۔ ان کی علانیہ اور خفیہ ریشہ دوانیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ دہلی دروازہ کے باہر گولی سے کئی ایک مسلمان شہید ہوئے۔ یہ ساری داستان درد مولانا مظہر علی صاحب نے ''خوفناک سازش'' کے نام سے کتابی صورت میں شائع کی ہے۔ اس لیے سارے واقعات کی تفصیل اس کتاب سے معلوم ہو سکتی ہے۔ ہم نے ہر چند چاہا کہ مسلمان صورت حال کا صحیح جائزہ لیں اور ایسے اقدامات سے بچ جائیں جس کا نتیجہ کچھ نہ ہو۔ جتنا ہم نے روکنا چاہا اتنا ہی غلط فہمیوں کا شکار بنا لئے گئے۔

مرزائیوں کی شرارت:

احرار پر ایسا ابتلاء کا زمانہ آیا کہ شاید ہی کسی جماعت پر آیا ہو۔ مسلمانوں کو ہمارے خلاف بھڑکانے کا اہم کام مرزائیوں نے سرانجام دیا۔ روپے کو پانی کی طرح بہایا اخبارات کو مالی مدد پہنچائی گئی۔ افراد کو وظائف دیئے گئے اور سات سو کے قریب مرزائی قادیان سے لاہور امرتسر اور بڑے بڑے مقامات پر خاص ہدایات دے کر بھیجے گئے۔ تا کہ احرار کے دشمن اسلام اور ملت کے غدار ہونے کا پروپیگنڈا کریں، اتنی کثیر تعداد میں ہمارے خلاف اشتہارات شائع کیے گئے کہ شاید ہی ہندوستان میں کسی جماعت کے خلاف اتنی اشتہار بازی ہوئی ہو۔ اس طوفانی مخالفت کا مقابلہ آسان نہ تھا۔ خصوصاً جبکہ سرکاری درباری لوگوں کا اثر ورسوخ اس سارے پروپیگنڈہ کی پشتیبانی کر رہا ہو۔ ضرورت کے مطابق پیشین گوئی کرنا موجود خلیفہ نے باپ سے سیکھا ہے۔ احرار کے خلاف بڑے زور سے جھوٹی

پیشین گوئیاں شائع کی گئیں۔ اور مرزا بشیر الدین نے احرار کو تباہ کرنے کے لیے اتنا روپیہ خرچ کر دیا جس سے جماعت مرزائیہ تڑپ اٹھی قادیان میں کانا پھوسی شروع ہوگئی اور اس کے خلاف جماعت میں ہی محاذ بن گیا۔ اس لیے اپنے اس خرچ کو حق بجانب ثابت کرنے کے لیے بہت کچھ تسلیم کرنا پڑا، ہر مرزائی کو سمجھایا گیا تھا کہ ہندوستان میں یہی ایک جماعت مرزائیت کے راستے میں کارگر رکاوٹ بنی ہوئی ہے احرار کو مار لو تو میدان مارا ہوا سمجھو۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس فرقہ ضالہ کے ہر فرد نے احرار پر زخم لگانے کی پوری سعی کی۔ اسلام اور کفر کے مقابلے میں احرار اسلام مرزائی کافروں سے نیکی کی امید نہیں رکھ سکتے۔

مخالفوں کے پروپیگنڈے میں خامی:

ہمارا ہر مخالف سچائی کو اپنے دل میں نہ پاتا تھا۔ اصل مسئلے کے متعلق وہ جانتا تھا کہ احرار اس میں حق بجانب ہیں۔ انھوں نے محض ہماری مخالفت کے لیے جھوٹ کی بنیاد پر عمارت کھڑی کرنا چاہی۔ سب جانتے تھے کہ مقدمہ کرنے کے بعد بھی کوئی کامیابی نہیں۔ یہی مسجد تھی انجمن اسلامیہ اگر چاہتی تو کوڑیوں کے بھاؤ خرید سکتی تھی۔ مگر اس نے ایسا نہ کیا۔ اسی ایجی ٹیشن سے پہلے اسی مسجد کے متعلق دعویٰ دائر کر کے پوری پیروی تک نہ کی۔ اب جب ہم نے درست رہنمائی کر کے کہا کہ صبر وسکون سے کام لو تو یہی نصیحت ہمارا جرم ہوگیا۔ ہمارے مخالفوں کا مقصد عوام کو بھڑکانا تھا۔ خود کوئی قربانی کرنا نہ تھا۔ مولانا ظفر علی خان نظر بند ہوئے اپنا وظیفہ بڑھانے میں لگ گئے۔ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کو امیر ملت بنایا گیا۔ وہ قید و بند کو کیا جانیں؟ ہمارا ہر مخالف اپنی جان بچا کر دوسروں کو قربان کرنا چاہتا تھا۔ یہ ہماری اور ملت اسلامیہ کی خوش قسمتی تھی کہ تحریک شہید گنج کے علم بردار متذبذب اور بزدل تھے۔ انھیں کامل یقین تھا کہ وہ محض اغراض پرستی کے لیے احرار کی مخالفت کر رہے ہیں۔ رہ رہ کے ان کے ضمیر انھیں ملامت کرتا تھا کہ ایک جماعت کو فنا کرنے کے لیے ہم یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ وہ مخالفت جس میں سچائی نہ ہو کمزور ہو جاتی ہے لیکن افراد اگر حوصلہ مند ہوں تو جھوٹ کو بھی فروغ دے دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے نہ مرزائیوں میں حوصلہ تھا اور نہ ہمارے دوسرے مخالفوں میں دلیری تھی۔ اگر وہ جھوٹ کے لیے بھی بہادری دکھاتے تو ہماری مصیبتوں میں اور اضافہ کر سکتے تھے۔

احرار سیسہ پلائی ہوئی دیوار:

دنیا میں تھوڑے ہی بچے ایسے پیدا ہوتے ہیں جو اچھے ناموں سے پکارے جائیں اور وہ اسم با مسمیٰ نکلیں۔ احرار ہندوستان میں خوش قسمت ہے جس کا نام اور کام باہم مناسبت اور مطابقت رکھتے ہیں۔ آزادی کی طلب اور شرافت کا مسلک احرار کی گھٹی ہے۔ شہید گنج کے واقعہ ہائلہ نے جماعت کو بہت جلد دشواریوں میں ڈال کر اس کے نام کے مطابق اس کے کام کا جائزہ لیا۔ سیاسیات میں شرافت کا ثبوت یہی ہے کہ جماعت خود مٹ جائے مگر قوم پر آنچ نہ

آئے۔غلط کاروں کی ہاؤ ہو سے ڈر کر قوم کے بچوں کو ایسی بھینٹ نہ چڑھائے جس بھینٹ کا نتیجہ کچھ نہ ہو۔ ہمارے مخالفوں کو قطعی طور پر معلوم تھا کہ ان کی سعی بے نتیجہ ہے۔ پھر بھی وہ قوم کو بے سود عمل پر ابھارتے تھے۔اور ساتھ ہی انھیں احرار کی دیانت داری پر یقین تھا کہ احرار کبھی قوم کو بے سود خطرے میں نہ ڈالیں گے بس یہی شر انگیز دانائی ہمارے مخالفوں کو بلند بانگ کر رہی تھی۔ لیکن قدرت کو ہم سے جیل خانوں سے سخت تر امتحان لینا منظور تھا۔مفسد مخالفوں کی نتیجے کے اعتبار سے فضول مگر طوفانی مخالفت اٹھانے کے لحاظ سے بے حد موثر غوغا آرائی نے بے شک ہمارا ناطقہ بند کر دیا۔اور خدا کی زمین ہم پر تنگ کر دی گئی لیکن ابتلاء کے اس زمانے میں جماعت کے ایک والنٹیر کے منہ سے بھی مخالفانہ آواز تو سنائی نہ دی ہمارا ہر شخص جانتا تھا کہ مولانا ظفر علی خان کے اخبار ''زمیندار'' نے ۱۹۳۵ء میں مسجد شہید گنج کی بازیابی کی آواز ہی کو شر انگیز صدا قرار دیا تھا۔ڈاکٹر محمد عالم مسجد شہید کی تقدیس کے قائل نہ تھے کہ اس کے لیے قربانی پر آمادہ ہوتے۔ ہمارے ہر کارکن کے ضمیر کی آواز اور عقل کی رہنمائی اسی طرف تھی کہ یہ تحریک محض احرار کی مخالفت کے لیے اٹھائی گئی ہے۔اس کی محرک سچائی اور صداقت نہیں بلکہ احرار کو انتخابات میں پچھاڑ کر خود اسمبلی میں پہنچنا ہے۔اسی بنا پر سب احرار اغراض پرستوں کے خلاف نبرد آزما تھے۔ایک ایک نوجوان مضبوط کپتان کی طرح اپنی جگہ کھڑا تھا۔طوفان کا سمندر امڈا آتا تھا اور سر ٹکرا کر لوٹ جاتا تھا۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مرد مجاہد سمندروں کے بگڑے تیوروں کو دیکھ کر خوف و ہراس کے بجائے بے پروائی سے کھڑا مسکراتا ہے۔ ہماری آنے والی نسلیں نہ اس ابتلا کا اندازہ کر سکتی ہیں نہ اس استقلال کا صحیح تصور کر سکتی ہیں جو جماعت کے ہر فرد نے دکھایا۔ نہ دوسری قوموں اور جماعتوں نے ہماری عظیم الشان خدمات کا اعتراف کیا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر جماعت ہماری موت پر خوش تھی۔ کانگریس کے اکابر یہ سمجھتے تھے کہ ہم مسلمانوں کو کانگریس کی شمولیت سے روکے ہوئے ہیں۔سکھ سمجھتے تھے کہ یہی مسلمانوں میں انقلابی جماعت ہے جو ایثار اور قربانی کی بنا پر ان کے عزائم میں حائل ہے۔مسلمان امراء اس امر سے پریشان تھے کہ یہ غریب جماعت موری کی اینٹ چوبارے میں لگنے کی آرزو مند ہے اور حکومت پر چھا جانے کی امیدیں لگائے بیٹھی ہے ہو تو ہو یہ کہ جماعت نذر طوفان ہو۔مولانا ظفر علی خان ،مولانا عبدالقادر، ڈاکٹر عالم وغیرہ حضرات یہ قیاس کرتے تھے کہ احراری کباب میں ہڈی ہیں۔انھیں نکال دیا جائے تو مزے ہی مزے ہیں اور احرار سب میں گھرے کھڑے تھے۔انھیں چومکھی لڑائی لڑنی پڑ رہی تھی۔احرار لیڈروں کی برملا بے عزتی کی جاتی تھی ان پر قاتلانہ حملے شروع ہو گئے تھے۔صبر وسکون کی ہدایت کی جاتی تھی تا آنکہ پانی سر سے گذرنے لگا ہمارے مخالفوں نے شرافت کے سارے آئین کو بالائے طاق رکھ دیا۔آخر ہمیں معلوم ہوا کہ جبر جبر کی حد سے بڑھ گیا ہے۔اب ترکی بہ ترکی جواب دینے کے سوا چارہ نہیں۔ہم مدافعانہ جنگ میں پسپا ہوتے ہوئے اس مدافعتی خط پر پہنچ گئے جہاں مزید پسپائی کی گنجائش نہ تھی ہمارے خلاف ہر روز نیا جھوٹ تراشا جاتا تھا کبھی کہا جاتا تھا کہ دہلی دروازے کے شہدا کے کتے

کی موت مرنے والا کہا گیا۔ ہمارے مخالف جانتے تھے کہ شہداء کو متعلق یہ ناقابل برداشت فقرہ ہے جب ہم تردید کرنا چاہتے تھے تو اخباروں میں ہماری تردید کوئی شائع نہ کرتا تھا۔

ایک تائیدی آواز پھر بزن:

مخالفت کے نقار خانے میں جہاں دشمنوں کے شور میں ہماری آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ پنجاب کے سوشلسٹوں کی آواز تھی جو گاہے ماہے قوم کو خانہ جنگی سے متنبہ کرتی تھی۔ اور عملاً احرار کے ساتھ ہم آہنگ تھی۔ اور جو واضح طور پر اس رائے کی تھی کہ مسجد شہید گنج کی شہادت خوفناک سازش ہے اور اس کی ساری ذمہ داری حکومت پر ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ آواز کسی حد تک بعض لوگوں کی توجہ کا مستحق بنی لیکن سوشلسٹوں کے لیڈر جلد ہی دھر لیے گئے۔ اس لیے گئے اور انھیں سخت سزائیں دی گئیں۔ پھر حق وصداقت کے لیے کوئی آواز بلند نہ ہوئی۔ ہماری حالت یہ تھی کہ ہم مسلمانوں میں خوں ریزی اور سر پھٹول کے خوف سے جلسہ نہ کرتے تھے۔ مخالفوں نے غلط اندازہ لگایا کہ ہم مخالفت کے خوف سے معتکف ہیں۔ آخر میں ہمیں اس کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہ آیا کہ ہم شیر کی طرح مخالفت کے بہاؤ میں سیدھے تیریں۔ اور خم ٹھونک کر میدان میں نکلیں چنانچہ بعض احتمالات کے پیش نظر لاہور میں یک روزہ کانفرنس کی گئی تاکہ اپنے خیالات کا اظہار کر سکیں۔ مولانا ظفر علی خان اور ان کے ساتھیوں نے خود پس پردہ بیٹھ کر اپنے ہم خیال نوجوانوں کے مضبوط جتھے کو دہلی دروازے کے باہر بھیجا کہ احرار کو جلسہ نہ کرنے دیا جائے ہم نے ہر چند چاہا کہ ہم پرامن جلسہ کریں۔ ان نوجوانوں کو یقین دلایا کہ ہم آپ کو زیادہ سے زیادہ وقت دے سکتے ہیں مگر انھوں نے کوئی دلیل اپیل نہ سنی۔ اپنی سی کہتے رہے کہ احرار کو ہرگز جلسہ کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ انھوں نے سٹیج پر قبضہ کر لیا اور غنڈہ گردی شروع کر دی۔ جب ہمارے لیے باعزت بھاگنے کی بھی راہ نہ رہی تو احرار والنٹیر وں کے سالار نے بھی بزن کا حکم دے دیا۔ احرار کے والنٹیر دست بدست لڑائیوں میں زیادہ سلجھے ہوئے تھے۔ ان کا ہاتھ دوسروں کی نسبت زیادہ رواں تھا۔ آدھ گھنٹہ کی دھینگا مشتی اور لٹھم لٹھا کے بعد مولانا ظفر علی خان کی فوج ظفر موج اس طرح پسپا ہوئی کہ جوتے پگڑیاں وہیں چھوڑ گئی۔ زمیندار، احسان، انقلاب وغیرہ تمام مخالف اخباروں نے خطرناک سرخیاں دے کر خبریں شائع کیں۔ اس طرح کونے کونے کے احرار کو خبر پہنچ گئی کہ اب مرکز کی پالیسی یہ ہے کہ مخالفوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے غریبوں میں زخم کھانے او رزخم لگانے کی قوت زیادہ ہوتی ہے۔ ہمارے مخالفوں کو جلدی ہی معلوم ہو گیا کہ زدوخور کے معاملہ میں ابھی احرار کے مقابلہ کو مدت چاہیے۔ دو ہی ماہ کے عرصے میں تمام مخالف ہتھیار ڈال کر دور جا کھڑے ہوئے۔ اب صرف اخباروں کے کالموں میں جھوٹ کے پلندے باندھ باندھ کر ہمیں ڈرانے لگے۔

(جاری ہے)

فاطمہ انصاری

امتی نبی......مرزا کا دھوکا

مرزا نے نبوت کا دعویٰ کرنے اور اس کے لیے اپنی راہ ہموار کرنے کے لیے ایک نئی اصطلاح ''امتی نبی'' متعارف کرائی۔ مسئلہ یہ درپیش تھا کہ اس وقت مسلمانوں کے درمیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے معاملے میں کسی قسم کا کوئی تنازعہ، شک یا کسی قسم کی کوئی الجھن نہیں پائی جاتی تھی۔ مرزا اچھی طرح جانتا تھا کہ نبی ہونے کا دعوی کرنا ناممکن ہے۔ لہذا اس نے پہلے ختم نبوت کی حمایت میں مضبوط دلائل پیش لیے۔ مثلاً کہا کہ:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرما دیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا''۔ (کتاب البریہ صفحہ 220)

مزید لکھتا ہے:

''ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالی صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرائیل بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لیے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز نہیں آسکتا''۔ (ازالہ اوہام، صفحہ 411)

لیکن پھر مرزا نے بار بار خود اس میں تضاد کیا اور اس کو رد کیا اور بقول مرزا کے جھوٹے کے بیان میں تضاد پایا جاتا ہے۔ وہ دعویٰ کرتا ہیکہ جبرائیل میرے پاس وحی لے کر آیا۔

''میں رسول کے ساتھ ہو کر جواب دوں گا اپنے ارادے کو کبھی چھوڑ بھی دوں گا اور کبھی ارادہ پورا کروں گا اور کہیں گے تجھے یہ مرتبہ کہاں سے حاصل ہوا۔ کہہ خدا ذوالعجائب ہے میرے پاس آیل آیا اور اس نے مجھے چن لیا۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ 106)

اس کے حاشیہ میں لکھتا ہے کہ یہاں اللہ نے جبرائیل کو آیل کہا کیونکہ وہ بار بار آتا ہے۔

یہ بات بہت ہی مضحکہ خیز ہے کہ وہ بار بار آتا ہے اس لیے اس کا نام آیل ہے۔

''خدا تعالی نے مکالمہ مخاطبہ کاملہ تامہ مطہرہ مقدسہ کا شرف ایسے بعض افراد کو دیا جو فنا فی الرسول کی حالت تک اتم درجے تک پہنچ گئے اور کوئی حجاب درمیان میں نہ رہا اور امتی ہونے کا مفہوم اور پیروی کے معنی اتم اور اکمل درجے پر ان میں پائے گئے ایسے طور پر کہ ان کا وجود اپنا وجود نہ رہا بلکہ ان کی محویت کے آئینے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کا وجود منعکس ہوگیا اور دوسری طرف اتم اور اکمل طور پر مخاطبہ مکالمہ الٰہیہ نبیوں کی طرح ان کو نصیب ہوا پس اس طرح پر بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی ہونے کا خطاب پایا۔'' (وصیت۔صفحہ 17)

مندرجہ بالا پیرا اس بات کی واضح مثال ہے کہ کس طرح اس نے لاعلم مسلمانوں کو جھوٹ اور دھوکے سے اپنے امتی نبی ہونے کا یقین دلایا کیونکہ اس نے اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں اتنا فنا کر لیا کہ نا صرف وہ امتی نبی بن گیا بلکہ اور دوسرے بھی محنت کر کے اس ذریعے سے امتی نبی بنے اور بن سکتے ہیں۔ (نعوذ باللہ)

اگر ایسا ممکن ہوتا تو کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کوئی ایک فرد بھی ایسا موجود ہے جس نے یہ رتبہ یا درجہ پالیا۔ قادیانی کوئی ایک بھی نام تو بتائیں جس کو یہ درجہ نصیب ہوا ہو؟ بلکہ مرزا غلام قادیانی کا تو کہنا ہے کہ:

''اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا نے مجھ سے مکالمہ مخاطبہ کیا ہے جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی اگر کوئی منکر ہو تو بار ثبوت اس کی گردن پر ہے۔ غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں گزر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا عطا نہیں کیا گیا پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں''۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ 407)

مرزا کے جھوٹے بیانات میں ایک اور تضاد ملاحظہ فرمائیں۔ پہلے کہا کہ امتی نبی اور بھی گزرے ہیں اور مزید یہ راستہ کھلا ہے جو چاہے یہ درجہ پا سکتا ہے اور یہاں کہتا ہے کہ اس امت میں یہ درجہ پانے کے لیے صرف میں ہی مخصوص ہوں۔

کیا مرزا قادیانی کی اندھی تقلید کرنے والے اپنی آنکھیں کھولیں گے اور اس کے دھوکے سے باز آئیں گے؟ عقل والوں کے لیے ہدایت کے راستے کھلے ہیں۔

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان
بہ فیضان نظر ابن امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری رحمۃ اللہ علیہ
28 اکتوبر 2021ء
جمعرات بعد نماز مغرب
دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
حضرت حافظ سید محمد کفیل بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)
نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی آخری جمعرات کو بعد نمازِ مغرب درسِ قرآن ہوتا ہے
الداعی
انتظامیہ مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061 4511961

حُسنِ اِنتقاد

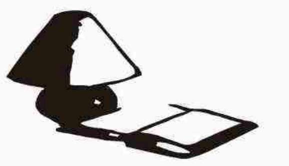

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

نام کتاب: الوفاء باسماء النساء مرتب: ڈاکٹر محمد اکرم ندوی

مبصر: ڈاکٹر محمد سلیم (استاذ کلیۃ العلوم والادب، جامعہ ملک عبدالعزیز سعودی عرب)

اسلاف کی علمی روایت کی تجدید

علم حدیث ایک انتہائی عظیم علم ہے۔ قرآن مجید حضور اکرم علیہ الصلوات والتسلیم پر نازل ہوا اور اس کی تفسیر و تبیین کا کام بھی آپ کو سونپا گیا۔ محققین کے نزدیک حدیث وسنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فہم قرآن کا نبی کی اپنی زبان میں بیان ہے۔ یہ علم گرچہ ترتیب میں علوم القرآن کے بعد آتا ہے، لیکن یہ ترتیب فی الواقع محض اعتباری ہے اور ان دونوں چیزوں میں تعلق تکمیلی نوعیت کا ہے۔ قرآن مجید نے صراحت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کی تبیین وتشریح کی ذمہ داری سونپی اور اللہ کے رسول نے اس ذمہ داری کو اپنے اعمال واقوال سے نبھایا۔ حدیث وسنت اسی تبیین نبوی کا تحریری سرمایہ ہے۔ یہ حضرات محدثین ومحدثات کی محنتیں ہی ہیں جنکی بدولت آج ہمارے پاس یہ علم انتہائی منظم ومہذب شکل اور قابل فخر انداز میں موجود ہے اور صدیوں سے بغیر کسی انقطاع کے یہ امت اس حدیث کے ذخیرے سے فیضیاب ہورہی ہے۔ کسی اور امت یا کسی اور علمی روایت میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

حضرات محدثین کی عظیم محنت کے اعتراف اور انکی مبارک زندگیوں کی تاریخ کی تدوین میں تو اہل علم پہلے ہی سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے ہیں۔ انکے تراجم وطبقات پر بڑی عالمانہ کتابیں ہمارے ممتاز تاریخی ذخیرے کا انتہائی قابل فخر سرمایہ ہیں، لیکن علم حدیث سے وابستہ خوش بخت مسلم خواتین کی حدیث کی علمی وفنی خدمات اور انکے احوال وتراجم کے حوالے سے باقاعدہ کتابیں بہت کم ہیں اور یہ صدیوں سے امت پر فرض کفایہ کی حیثیت سے ایک علمی قرض چلا آرہا تھا۔ ہمارے دور کے مشہور عالم دین، علم حدیث کے خادم، مغربی دنیا کی قدیم اور معروف ترین دانشگاہ آکسفورڈ میں علوم اسلامی کے نقیب ڈاکٹر محمد اکرم ندوی حفظہ اللہ ورعاہ کو اللہ تعالی نے اس علمی فرض کفایہ کی ادائیگی کیلئے منتخب فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس فرض کفایہ کو کچھ اس شان سے ادا کیا کہ نہ صرف یہ تاریخی قرض اچھی طرح ادا ہو گیا، بلکہ قرض کی ادائیگی میں صدیوں کی جو تاخیر ہوئی تھی اسکی بہتر انداز میں تلافی بھی ہوگئی۔

بلاشبہہ موسوعہ الوفاء باسماء النساء ایک واجب الاعتراف عظیم علمی خدمت ہے۔ کسی بھی کام کے علمی اعتبار اور

اس کے فنی مقام کی تعیین وتحدید کے لیے بنیادی طور پر دو ہی اصول ہو سکتے ہیں۔ پہلی چیز نفسِ موضوع کی قدر و قیمت اور علمی و عملی دنیا میں اس کی اہمیت۔ دوسری چیز ہے کہ کام کس نہج پر کیا گیا ہے، اس کی گہرائی و گیرائی۔ یہ دونوں اصول اپنی جگہ بہت ہی اہم اور کسی بھی علمی خدمت سے براہِ راست متعلق ہیں۔ ان دونوں اصولوں کی روشنی میں اگر ہم الوفاء باسماء النساء کے حوالے سے گفتگو کرتے ہیں تو موضوعیت پسندی ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم اس موسوعہ کی بلند علمی قدر و قیمت اور فنی عظمت کا کھل کر اعتراف کریں۔ جہاں تک صاحبِ کتاب جناب ڈاکٹر محمد اکرم ندوی کا تعلق ہے تو گزشتہ تین چار عشروں میں مختلف تصانیف کے ذریعہ انکی خداداد غیر معمولی اور واضح طور پر ممتاز علمی صلاحیتوں کا اظہار ہوتا رہا ہے اور یہ کہنا شاید غلط نہ ہو کہ اہلِ علم کو ڈاکٹر صاحب کے علمی تفوق کو تحفظات کے بغیر تسلیم کرنا چاہیے۔

یہ تصنیف علمِ حدیث کی خدمت کے ایک ایسے گوشے سے متعلق ہے جو کئی پہلوؤں سے غیر معمولی طور پر اہم ہونے کے باوجود ابھی تک اگر مخفی نہیں تو کم از کم عام نگاہوں، بلکہ حدیث کی خدمت سے وابستہ متخصصین کی نظروں سے بھی اوجھل ضرور رہا ہے۔ حدیث کی بڑی سے بڑی کتاب کی عالمانہ شرح لکھنا بھی اگرچہ بہت بڑا کام ہے، لیکن اس زمانے میں یہ کام علمی طور پر پہلے کی طرح مشکل اور خونِ جگر کا طالب نہیں رہا۔ ہمارے مدرسوں میں علم کے بڑے بڑے ہنگاموں کے باوجود عام طور پر معاملہ درسیات کی شرح نویسی یا لفظی، بے جان اور مردہ ترجموں اور تلخیص کی روایت بہت تیزی سے مقبول ہوئی ہے، اور بڑے بڑے اہلِ علم اس کام میں احساسِ زیاں کے بغیر عمریں کھپا رہے ہیں۔ ایسی تاریک علمی فضا میں ڈاکٹر اکرم ندوی نے متقدمین اہلِ علم کی سطح کے جس کام کو عربی زبان میں 43 جلدوں میں مکمل کیا ہے وہ علم کی خدمت کے حوالے سے طرحِ نو بھی ہے اور طرحِ اسلاف کا احیاء بھی۔ ڈاکٹر صاحب نے اسلاف کی اس مرحوم علمی روایت کی تجدید کی ہے۔ اس میں تو کوئی شبہ نہیں کیونکہ ایسے علمی کارنامے ان عباقرہ کی یاد دلاتے ہیں جنھوں نے اسلامی علوم کی روایتوں کی بنیادیں ڈالی تھیں۔ اور طرحِ نو اس طرح کہ ہم بھلے **طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة** کا ورد کرتے رہیں اور کہتے رہیں کہ اسلام بلاتفریق مرد و زن حصول علم کا حکم دیتا ہے لیکن ہمارے پاس علمی خدمات انجام دینے والی خواتین کے حوالے کم ہی تھے۔ اسماء الرجال میں محدثات کے جابجا حوالے تو ملتے ہیں لیکن جیسا کہ نام سے ظاہر ہے ان کا ذکر ضمنی حیثیت کا ہی حامل رہا ہے۔ اس حوالے سے اسلام پر حملے بھی ہوتے ہیں۔ یعنی ایک بڑا اعتراض یہ ہے کہ اسلام نے عورتوں کو میدانِ علم سے دور رکھا ہے۔ وہ انھیں گھر کی چہار دیواری میں محبوس رکھتا ہے اور معاشرے میں سرگرم کردار ادا کرنے سے روکتا ہے۔ وہ مردوں اور عورتوں کو اختلاط سے سختی سے منع کرتا ہے، جس کی بنا پر عورتیں علمی میدان میں استفادہ کرنے سے محروم اور علمی فیض پہنچانے سے قاصر رہتی ہیں۔ مسلمانوں کے دورِ زوال میں عورتوں کی حالتِ زار خواہ اس اعتراض کو حق بہ جانب قرار دیتی ہو، لیکن

قرونِ اولیٰ کے اسلامی معاشروں میں عورتوں کو جو مقام و مرتبہ حاصل تھا اس سے اس اعتراض کی تردید ہو سکتی ہے۔ جواب دینے کی کوشش میں دورِ جدید میں بعض تصانیف وجود میں آئیں، مثلاً خدمت حدیث میں خواتین کا حصہ یا عورت اور اسلام یا اسلام میں عورت کا مقام جیسی کتابیں۔ درحقیقت یہ ناممکن تھا کہ تاریخی، جغرافیائی، تہذیبی، ثقافتی اور علمی نیز ہر حوالے سے ایک آفاقی انقلاب بپا کر دینے والی تحریک صرف مردوں کی اجارہ داری کی بنیاد پر کامیاب ہوئی ہو۔ بہرحال ڈاکٹر صاحب دو چار جلدیں تصنیف فرما دیتے تو بھی جواب ہو جاتا لیکن انھوں نے ایسا تاریخی کارنامہ انجام دیا ہے جس کا علم حدیث کی تاریخ میں منفرد مقام حاصل کرنا طے ہے۔ یہ حقیقت بھی تسلیم کرنی ہوگی کہ جہاں اغیار کے ان حملوں کے نتیجہ میں بہت سے لوگوں کی راہیں گم ہو جاتی ہیں، وہیں انھیں حملوں کا اثر اور فائدہ ہے کہ پختہ اور سنجیدہ علمی شخصیات اسکا نتیجہ خیز مثبت اثر لیتی ہیں۔ ورنہ جب تک فیمینزم والوں کے حملے نہیں ہوئے تھے ہم اسماء الرجال تک محدود رہے اور کسی کو اسماء النساء کی نہ سوجھی تھی۔

ڈاکٹر صاحب کو اس کتاب کی تالیف کا خیال 1995ء میں اس وقت آیا جب برطانیہ میں بعض ایسے مضامین شائع ہوئے کہ دین اسلام میں خواتین کی تعلیم کے حصول میں رکاوٹیں کھڑی کی گئی ہیں اور ایک مستشرق نے کہا کہ مسلمان ایسی پانچ تعلیم یافتہ خواتین اسلام کے نام بھی نہیں بتا سکتے جن کا اسلامی علوم کی ترویج میں حصّہ رہا ہو۔ ڈاکٹر صاحب کے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ ایک دو جلدوں میں تاریخ اسلام کی نامور تعلیم یافتہ خواتین کی سوانح حیات اور ان کی علمی خدمات لکھی جائیں تاکہ مستشرقین کی اسلام کے تئیں غلط فہمیاں دور ہوں۔ اسلام اور نبیوں کی تعلیم میں خواتین کو کیا درجہ، دائرہ کار، علم و ادب، تحقیق و تخریج، تدریس و تعلیم کے حقوق دیے گئے ہیں خود تاریخ اسلام کی نامور خواتین کی علمی و تعلیمی سرگرمیوں اور کارناموں کو لکھ کر خواتین کے مرتبۂ بلند پروازی کو اجاگر کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اس موضوع پر مطالعہ و تحقیق کا کام شروع کیا تو معلوم ہوا کہ خواتین اسلام کی ایک طویل فہرست ہے جو تاریخ میں حدیث و تفسیر، فقہ و فتاویٰ کی خدمات کے حوالے سے ممتاز علمی مقام رکھتی ہیں۔ تحقیق و مطالعہ کے بڑھنے کے ساتھ یہ تعداد بڑھتی ہی چلی گئی یہاں تک کہ فن حدیث سے وابستہ تقریباً دس ہزار ممتاز علمی مقام کی حامل نامور محدثات کی سوانح حیات اور کارناموں کا تذکرہ رقم کر دیا۔ اس کام میں پندرہ برس لگے اور نادر کتب و مخطوطات سے استفادہ کے لیے مختلف ملکوں کا سفر بھی کیا۔ مزید تحقیق و تخریج کے نتیجے میں یہ تعداد ابھی اور بڑھ سکتی تھی لیکن علامہ یوسف القرضاوی نے کہا کہ اب بس کر دیں ورنہ یہ سلسلہ تو کبھی ختم نہ ہوگا۔

اب اس تصنیف کو دیکھ کر ایک متجسس طالب علم کے لیے دو باتیں واضح ہو جاتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ فنِ حدیث ہرگز ایسا علم نہیں جو بلا شرکت غیرے تنہا مرد محدثین کی مقبوضہ سرزمین ہو۔ اس عظیم القدر اسلامی علم کی ترویج میں

عورتوں کی حصہ داری بھی بہت زیادہ قابلِ لحاظ ہے۔ محدثین نے اگر اپنے خونِ جگر سے اس علمِ نبوی کی آبیاری کی ہے تو محدثات نے بھی اس حوالے سے اپنا خون پسینہ بہایا ہے۔ عورت صنفِ نازک ہے۔ فاطرِ فطرت نے اس پر جو فطری ذمہ داریاں ڈالی ہیں وہ مرد کی ذمہ داریوں کی بہ نسبت زیادہ نازک بھی ہیں، وسیع الابعاد بھی اور بہت دقت طلب بھی۔ ان فطری مسائل کے نرغے میں رہتے ہوئے بھی اس قدر بڑی تعداد میں ہماری بزرگ اور سعید خواتین نے اگر حدیث جیسے علم کی ترویج وترقی میں اپنا کردار ادا کیا ہے تو یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ عورت اپنے فطری فرائض کی ادائیگی کے ساتھ علم کے میدان میں بھی مرد کے ساتھ اور انکے برابر کارنامے انجام دے سکتی ہے۔ **وَفِی ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ** ۔ دوسری بات یہ ہے کہ عورتوں کی زبردست علمی اور حدیثی خدمات سے یہ بات بالکل مبرہن ہو جاتی ہے کہ اسلام کی تعلیمات عورتوں کی تعلیم پر نہ صرف یہ کہ کوئی قدغن نہیں لگاتیں، بلکہ اسلام اس حوالے سے انتہائی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ مثلاً الوفاء کے مقدمہ (جس کا انگریزی ترجمہ المحدثات کے عنوان سے پہلے ہی شائع ہو چکا ہے) کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے اساتذہ میں امام مسلم بن ابراہیم الفراہیدی البصری اور امام ابوالولید الطیالسی جیسے محدثین نے ستّر ستّر شیخات ومحدثات سے روایتیں نقل کی ہیں۔ امام ابن عساکر الدمشقی نے اسی اور امام سمعانی نے اناسی محدثات سے روایتیں لی ہیں۔ مصر میں علم حدیث کا احیاء خواتین کے ہاتھوں ہوا۔ ابن الرشید السقطی نے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ فاطمہ بنت ابراہیم بن محمود الدمشقیہ سفر حج کے دوران مدینہ منورہ آئیں تو وہ روضۂ اطہر کے قریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے بیٹھ کر درس دیا کرتی تھیں اور تھک جانے پر روضۂ رسول کی دیوار سے ٹیک لگا لیا کرتی تھیں۔ اسی طرح حطیم کعبہ میں محدثات کا درس ہوتا رہا ہے۔ مسجد اقصیٰ میں دمشقی محدثات کا درس ہوتا تھا جس میں شریک ہونے والوں کی تعداد 396 تک نقل کی گئی ہے۔ ابن حجر العسقلانی نے عائشہ الدمشقیہ سے ستر کتابیں پڑھیں ہیں۔ حدیث کی اصح کتاب امام بخاری کی الجامع الصحیح ہے، اس کا ایک مستند و معتبر ترین نسخہ بھی ایک خاتون راویہ کا ہے جو نسخہ کریمیہ مروزیہ کے نام سے معروف ہے۔ امام بخاری کی سب سے اعلیٰ سند عائشہ بنت عبدالہادی المقدسیہ کی ہے جو بیت المقدس کے قبۃ الصخرہ میں درس دیتی تھیں۔ ان کی سند میں صرف چودہ واسطے ہیں۔

☆......☆......☆

تصحیح: گزشتہ ماہ ''معارف سیرت'' پر تبصرہ شائع ہوا تھا۔ اس میں تبصرہ نگار کا نام ڈاکٹر محمد سلیم غلط لکھا گیا جب کہ درست نام راجہ قاسم محمود تھا۔ (ادارہ)

مسافرانِ آخرت

☆......**مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی** رحمۃ اللہ علیہ (صدر مجلس احرار اسلام ہند)

مجلس احرار اسلام ہند کے صدر مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی 10 ستمبر 2021ء کو لدھیانہ میں انتقال کر گئے مرحوم رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور مولانا محمد احمد رحمانی رحمہ اللہ کے بڑے فرزند تھے۔ احرار انہیں وراثت میں ملی اور اُن کے خون میں گردش کرتی تھی۔ ان کے والد ماجد نے ان کا نام عظیم دادا کے نام پر رکھا۔ جس کے روحانی و صلبی اثرات تازیت اُن کی جدوجہد میں نمایاں رہے۔ مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی رحمہ اللہ کے اجداد مولانا محمد مولانا عبداللہ اور مولانا عبدالعزیز لدھیانوی رحمھم اللہ نے مرزا قادیانی پر سب سے پہلے 1301ھ/ 1884ء میں کفر کا فتویٰ دیا۔ جس مرزا قادیانی چیختا چلاتا رہا۔ لدھیانہ کے ان علماء حق نے اثبات حق اور ابطال باطل کا جس جرأت سے اظہار کیا وہ جذبہ ایمانی آج بھی ان کی چوتھی، پانچویں نسل میں بھی پائندہ و تابندہ ہے۔ مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی رحمہ اللہ صاحب السیف تھے اور اپنے اسلاف کی یادگار جامع مسجد لدھیانہ میں خطیب اور شیر پنجاب کے لقب سے معروف تھے۔ اُن کا یہ غیر معمولی کارنامہ ہے کہ انہوں نے ہندوستان میں مجلس احرار اسلام کا نام و کام زندہ رکھا اور پرچم ختم نبوت بلند رکھا۔ اپنی اولاد کو بھی تحفظ ختم نبوت کے مشن پر کمر بستہ کیا۔ اپنے بیٹے محمد عثمان لدھیانوی کو آخری وصیت بھی یہی کی کہ ''تحفظ ختم نبوت کے کام کو زندہ رکھنا، یہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی لگائی ہوئی ڈیوٹی ہے اور خاندانی فرض بھی''۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ لواحقین و پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے اور ان کی اولاد کو صدقۂ جاریہ بنائے۔

☆......**مولانا محمد احمد رحمہ اللہ:** مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ کے فرزند ارجمند اور جامعہ عربیہ ختم نبوت چناب نگر کے استاذ الحدیث مولانا محمد احمد رحمہ اللہ 23 محرم 1443ھ یکم ستمبر 2021ء کو چناب نگر میں انتقال کر گئے۔ حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ کو بڑھاپے میں بہت گہرا صدمہ پہنچا ہے۔ مجلس احرار اسلام کے امیر مرکزیہ سید محمد کفیل بخاری نائب امیر سید عطاء اللہ ثالث بخاری، ناظم اعلیٰ جناب عبداللطیف خالد چیمہ، ناظم نشر و اشاعت ڈاکٹر محمد عمر فاروق ناظم تبلیغ مولانا محمد مغیرہ، ناظم دعوت و ارشاد ڈاکٹر محمد آصف اور مولانا سید عطاء المنان بخاری نے مولانا اللہ وسایا مدظلہ سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے کہا ہے کہ دکھ کے اس موقع پر مجلس احرار اسلام کی تمام قیادت ان کے شریک صدمہ و غم ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا محمد احمد کے حسنات قبول فرمائے اور مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ مولانا اللہ وسایا مدظلہ اور تمام لواحقین و پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

☆......**مولانا جلیل الرحمٰن انوری رحمہ اللہ:** رئیس المحدثین حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد انوری رحمہ اللہ کے پوتے اور حضرت مولانا سعید الرحمٰن انوری رحمہ اللہ کے فرزند گرامی مولانا جلیل الرحمٰن انوری 23 محرم 1443ھ یکم ستمبر 2021ء کو فیصل آباد میں انتقال کر گئے۔ مرحوم جامعہ خیر المدارس ملتان کے مہتمم مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہ کے برادر نسبتی اور مولانا احمد حنیف کے ماموں تھے۔ مولانا جلیل الرحمٰن انوری رحمہ اللہ مدرسہ تعلیم القرآن حسنیہ فیصل آباد کے مدیر تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی خدمت دین اور تعلیم قرآن کے لیے وقف کر رکھی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے حسنات قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری اور مرحوم کے تمام لواحقین و پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔

☆......**سید علی گیلانی رحمہ اللہ:** تحریک آزادی کشمیر کے عظیم رہنما سید علی گیلانی طویل علالت کے بعد یکم ستمبر 2021ء

کو انتقال کر گئے۔ سید علی گیلانی جہاد کشمیر کا معتبر حوالہ تھے۔ آزادی وحریت کے لیے انہوں نے طویل جدوجہد کی۔ ضعیف العمری اور علالت کے باوجود پوری آب وتاب کے ساتھ اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ علی گیلانی، جرأت وہمت اور صبر واستقامت میں اپنی مثال آپ تھے۔ مقبوضہ کشمیر میں رہتے ہوئے بھی وہ پاکستان کی توانا آواز تھے۔ انہوں نے کشمیری عوام کے حقوق وآزادی کے حصول کے لیے ہمیشہ بھارت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی۔ ان کی پرعزم جدوجہد کشمیری عوام کے لیے مشعل راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سید علی گیلانی کی مغفرت فرمائے اور مکین جنت نظیر کشمیر کو جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات عطاء فرمائے۔

☆......**احتشام حمزہ مرحوم:** انٹرنیشنل ختم نبوت مومنٹ خیبر پختونخوا کے امیر محترم پیر محمد شکیل اختر کے جواں سال فرزند 30 اگست 2021ء کو نامعلوم فائرنگ کی زد میں آ کر گولی لگنے سے شہید ہو گئے۔ وہ بازار میں اپنے کام کے لیے گئے اور حادثے کا شکار ہو گئے۔ پیر شکیل اختر صاحب کے لیے یہ دوسرا گہرا صدمہ ہے۔ گزشتہ سال ان کے چھوٹے بیٹے طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ احتشام حمزہ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات سے نوازے محترم پیر شکیل اختر صاحب اور تمام لواحقین وپسماندگان صبر جمیل عطا فرمائے۔

☆......**حافظ ذیشان عباسی مرحوم:** مولانا سید سلمان عباسی رحمہ اللہ کے فرزند اور مولانا محمد طلحہ عباسی کے بڑے بھائی حافظ ذیشان عباسی رحمہ اللہ انتقال: 8 ستمبر 2021ء ٹوبہ ٹیک سنگھ۔

☆......اہلیہ مرحومہ مولانا عبدالرحیم نقشبندی مدظلہ خانقاہ حبیبیہ دارالعلوم حنفیہ چکوال کے سجادہ نشین حضرت مولانا پیر عبدالرحیم نقشبندی مدظلہ کی اہلیہ، محترم پیر عبدالقدوس نقشبندی کی بھابی صاحبہ اور جناب محمود الحسن نقشبندی کی والدہ صاحبہ 9 ستمبر کو انتقال کر گئیں۔

☆......انجینئر مختار فاروقی رحمہ اللہ: ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کے مایہ ناز شاگرد اور قرآن اکیڈمی جھنگ کے مدیر محترم انجینئر مختار فاروقی گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔ مرحوم نے تمام زندگی دعوت قرآن تعلیم قرآن اور مہم قرآن میں بسر کی۔ تحریر وتقریر کے ذریعے خدمت قرآن میں مشغول رہے۔

☆......مجلس احرار اسلام کبیروالا (ضلع خانیوال) کے معاون ملک محمد فاروق کی پھوپھی زاد بہن اور ملک محمد اسلم کی والدہ مرحومہ، انتقال 12 ستمبر 2021ء (نواں شہر، ضلع خانیوال)

☆......مجلس احرار اسلام موضع حشمت مرالی (کبیروالہ ضلع خانپوال) کے معاون چودھری محمد شوکت کی والدہ مرحومہ، انتقال 17 ستمبر 2021ء

☆......انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے رہنماء محمد حنیف مغل کی والدہ ماجدہ، انتقال 2 ستمبر 2021ء چنیوٹ عبداللطیف خالد چیمہ نے 8 ستمبر بدھ کو مغل صاحب کے گھر تعزیت کیلئے حاضری دی

☆......چیچہ وطنی: حکیم محمد رفیق چک نمبر 22/11 ایل کی اہلیہ اور مولانا شاہد محمود کی والدہ محترمہ انتقال 9 ستمبر

☆......چیچہ وطنی: جماعت کے قدیمی کارکن ڈاکٹر محمد فیاض کی پھوپھی زاد بہن 16 ستمبر جمعرات کو انتقال کر گئیں

☆......چیچہ وطنی: جماعت کے قدیمی کارکن ڈاکٹر محمد فیاض کی تایازاد ہمشیرہ 18 ستمبر ہفتہ کو انتقال کر گئیں۔

☆......چیچہ وطنی: قاضی محمد ایاز 112/7 آر کے بڑے بھائی قاضی مشتاق احمد، انتقال 17 ستمبر جمعۃ المبارک

☆......چیچہ وطنی: گولڈن پرل والے شیخ محمد عابد اور مرکزی انجمن کے صدر حافظ ساجد محمود شیخ عبدالواحد، شیخ گل شیر کے بھائی شیخ عبدالشاہد 17 ستمبر جمعۃ المبارک کو انتقال کر گئے

☆......چیچہ وطنی: دفتر احرار چیچہ وطنی کے کارکن محمد عمیر معاویہ کے دادا جان حاجی رحمت اللہؒ 110/12 ایل، انتقال 4 ستمبر

☆......چیچہ وطنی: جمعیت علماء اسلام اور مرکزی انجمن تاجران چیچہ وطنی کے رہنماء شیخ محمد حارث دانش کے سسر 10 ستمبر فیصل آباد میں انتقال کر گئے۔

☆......مدرسہ معمورہ ملتان کے معاون مجلس احرار اسلام ملتان کے کارکن محمد ساجد کے چچا حاجی عاشق حسین: 30 اگست 2021ء انتقال کر گئے۔

☆......مجلس احرار اسلام بھکر (بھری چراغ) کے امیر صوفی غلام اکبر مرحوم، حضرت پیر جی رحمہ اللہ اور ابناء امیر شریعت سے بہت عقیدت ومحبت کا تعلق تھا۔ انتقال: 8 ستمبر 2021ء

☆......ناگڑیاں گجرات میں مدرسہ محمودیہ معمورہ کے معاون حاجی محمد ریاضت کے بہنوئی چودھری محمد اکرم رحمہ اللہ، انتقال: 8 ستمبر 2021ء

☆......چنیوٹ میں مجلس احرار اسلام کے معاون اور حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری رحمہ اللہ سے محبت کرنے والے تھے۔ حاجی محمد اسلم (اسلم پان شاپ چنیوٹ) انتقال: 3 ستمبر 2021ء

☆......مجلس احرار اسلام ڈیرہ اسماعیل خان کے سرگرم کارکن ملک محمد عاصم عطاء کی پھوپھی اور جناب مسعود الحق، محمود الحق کی والدہ ماجدہ مرحومہ، انتقال: 8 ستمبر 2021ء

☆......مجلس احرار اسلام تونسہ کے کارکن جناب اسد اللہ کے بھائی سمیع اللہ مرحوم، انتقال: 2 ستمبر 2021ء

☆...... بہاول پور میں ہمارے کرم فرما ڈاکٹر عبدالرازق صاحب کی والدہ محترمہ مرحومہ، انتقال: 9 محرم 1443ھ مطابق 18 اگست 2021ء

☆......ہمارے قدیم مہربان مولانا غلام حیدر رحمہ اللہ، شکار پور ضلع راجن پور، انتقال 15 مئی 2021ء

☆......بزرگ پارلیمنٹرین ایم حمزہ مرحوم، انتقال: 29 اگست 2021ء، ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ آپ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نور اللہ مرقدہ کے قریبی عزیز تھے۔

☆رہنماء جمعیت علمائے اسلام مجاہد ختم نبوت مولانا عبدالباقی صاحب 42/12 ایل، چیچہ وطنی، انتقال: 24 ستمبر 2021ء

☆......23 ستمبر 2021ء جمعرات مجلس احرار اسلام ملتان کے امیر مولانا محمد اکمل کے خالو اور مدرسہ معمورہ ملتان کے لائبریری انچارج مولانا فیصل اشفاق کے دادا حاجی گل محمد (میراں پور، میلسی) انتقال کر گئے۔

☆مجلس احرار اسلام ملتان کے سابق امیر صوفی نذیر احمد مرحوم کی بھاوج، شیخ محمد مغیر کی تائی مرحومہ، انتقال: 19 ستمبر

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائیں درجات بلند فرمائیں اور اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائیں، قارئین سے درخواست ہے کہ اپنی دعاؤں میں تمام مسلمانوں کو یاد رکھیں۔ (ادارہ)

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک وپرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

آیئے! اللہ تعالیٰ سے دعا کے ساتھ سود اور سودی قرض کے خلاف جنگ کا آغاز کریں!

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱) ...... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا میں اپنے آقا کو رقم ادا کر کے جلدی آزادی چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں تجھے دو کلمے سکھلا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا اللہ تعالیٰ ادا کر دے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

”الٰہی! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے اور بے پروا کر دے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔“ (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

۲) ...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مقروض ہوگیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں وہ کلام سکھلا دیتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرا غم دور اور قرض ادا کر دے گا، صبح و شام یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ۔

”اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر و غم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں آپکے ساتھ بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں آپ کی قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔“ (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

مرتبہ **مولانا محمد امین مرحوم** معلم اسلامیات، فیصل آباد

دعاؤں کے طالب

CARE
PHARMACY
کیئر
فارمیسی
Trusted Medicine Super Stores
24 گھنٹے سروس
اصلی اور معیاری ادویات کے مراکز
Head Office: Canal View, Lahore
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ!
فیصل آباد میں 13 برانچز کے بعد اب 11 شہروں جڑانوالہ، ننکانہ صاحب، شاہکوٹ، کھرڑیانوالہ، سانگلہ ہل، چک جھمرہ، چنیوٹ، جھنگ، گوجرہ، سمندری، تاندلیانوالہ
آپ کی خدمت کے لیے 24 گھنٹے سروس

مسلمانو! پرچمِ ختمِ نبوت گرنے نہ پائے اور عقیدۂ ختمِ نبوت پر آنچ نہ آئے
(امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ)
فرما گئے یہ ہادی • لا نبی بعدی
44 ویں
سالانہ
دو روزہ
ختمِ نبوت کانفرنس
11 12
ربیع الاول
1443
جامع مسجد احرار چناب نگر ضلع چنیوٹ
پیر حافظ محمد ناصر الدین خاکوانی
حضرت مولانا سید محمد کفیل شاہ بخاری صاحب
حضرت مولانا عزیز احمد صاحب
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
قرائے کرام
فضیلۃ الشیخ القاری المقری رافت حسین علی یوسف صاحب
اسلامی جمہوریہ مصر
فضیلۃ الشیخ القاری المقری محمد سمیر بلال صاحب
اسلامی جمہوریہ مصر
11 ربیع الاول 1443
احرار ورکرز کنونشن بعد نماز ظہر
عالمی قرائے کرام بعد نماز مغرب تلاوت کریں گے
بیانات علمائے کرام
12 ربیع الاول 1443
درس قرآن حکیم
پرچم کشائی صبح 8 بجے
بیانات علمائے کرام صبح 10 تا 1 بجے
جلوس بعد نماز ظہر
بسلسلہ دعوتِ اسلام
جس میں حسب سابق قادیانیوں کو دعوت اسلام دینے کا فریضہ ادا کیا جائیگا
جامع مسجد احرار تا اڈا چناب نگر
تحفظ ختمِ نبوت
مجلس احرار اسلام پاکستان
شعبہ تبلیغ
0301-7660168
0301-3138803 چناب نگر
0301-6221750 گجرات
0301-5310385
0300-6385277 ملتان
0315-6381977
0308-5838395 کراچی
0300-4037315 لاہور
0300-5780390
0300-9793093 راولپنڈی
0303-4611460 ڈسکہ
0307-6101608 سیالکوٹ
باہتمام
0300-6288071